# الطاف الاذکار

ترجمہ، تجدید، ترمیم و تخریج

# تنویر الابصار بجنود الابرار

مرتب
خواجہ محبوبؒ عالم
نقشبندی مجددی توکلی رحمۃ اللہ علیہ

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ، لاہور

# الطاف الاذکار

ترجمہ، تجدید، ترمیم و تخریج

# تنویر الابصار بجنود الابرار

مرتب

## خواجہ محبوب عالم

نقشبندی مجددی توکلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث، مفتی، محقق، عالم باعمل،

سابق ڈپٹی چیف جسٹس آف سپریم کورٹ آف امپورسٹیٹ، انڈیا

(1292ھ/1875ء تا 1302ھ/1884ء)

سرکاری مفتی ضلع انبالہ (1305ھ/1887ء تا 1315ھ/1897ء)

صاحب مرتاض و صاحب مشاہدہ صوفی

تجدید و تراہیم: انجینئر لیفٹیننٹ کرنل (ر) الطاف محمود ہاشمی

فون 042-7248657 فیکس 042-7112954
Mob: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466
Email:zaviapublishers@yahoo.com

2012ء

باراول.......................1100

ہدیہ..........................

زیرِ اہتمام...............نجابت علی تارڑ

## ﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

## ﴿ملنے کے پتے﴾

اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5536111

احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5558320

مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ قادریہ پرانی سبزی منڈی کراچی 0213-4944672

مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی 0213-4219324

مکتبہ غوثیہ ہول سیل کراچی 0213-4926110

مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی 0213-2216464

مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد 041-2631204

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد 0333-7413467

مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد 0321-3025510

مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ 055-4237699

مکتبہ المجاهد بھیرہ شریف 048-6691763

رائل بک کمپنی کمیٹی چوک اقبال روڈ راولپنڈی 051-5541452

مکتبہ فیضان سنت بوہڑ گیٹ ملتان 0306-7305026

مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ 0321-7083119

# فہرست مضامین

❀❀❀❀

# انتساب

والدہ مکرمہ محترمہ

زبیدہ خانم رحمۃ اللہ علیہا

کے نام:

جن کی گود میرا پہلا مدرسہ

جن کی دعا میرا آخری سہارا

جن کے قلب نے مجھے محبت

جن کی نظروں نے مجھے شفقت

جن کی روح نے مجھے روحانیت

جن کے پائے ناز نے مجھے جنت، اور

جن کی تربیت نے میری ذات کو تکمیل بخشنے

میں بھرپور حصہ ڈالا۔

الطاف محمود

محترمہ مکرمہ زبیدہ خانم رحمۃ اللہ علیہا نے 3 صفر المظفر 1416ھ/ 1 جولائی 1995ء/ ہفتہ کو انتقال فرمایا اور سیدا شریف میں ہمیشہ کے لیے آسودہ خاک ہوگئیں۔

# حضرتِ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

خواجہ محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1266ھ/ 1850ء میں ضلع منڈی بہاؤالدین کی تحصیل پھالیہ کے گاؤں "سیدا" کے ایک اہلِ طریقت علمی گھرانے میں ہوئی۔ آپؒ کا نسب حضرت عباس علمدار بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد فیض عالم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1277ھ/ 1860ء) سے حاصل کی۔ جد امجدؒ کے وصال کے بعد مختلف اساتذہ سے اکتسابِ علم کرتے ہوئے 1283ھ/ 1866ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے جہاں (شیخ الہند) مولانا محمود حسن، خواجہ محبوب عالمؒ کے کلاس فیلو تھے۔ 1289ھ/ 1872ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد شیخ رشید احمد گنگوہی سے حدیث نبویؐ اور اسماء الرجال پر خصوصی دسترس حاصل کی۔ 1290ھ/ 1873ء میں رامپور کے مشہورِ زمانہ مدرسہ عالیہ نواب فیض اللہ خان میں منطق، فلسفہ، ریاضی، ہیئت، نجوم اور فقہ حنفی کی کتب پڑھیں اور فتویٰ نویسی میں تخصص حاصل کیا۔

تقریباً پچیس برس کی عمر میں ریاست رامپور میں ڈپٹی چیف جسٹس آف سپریم کورٹ آف رامپور سٹیٹ تعینات ہوئے اور دس برس تک اس منصب پر متمکن رہے۔ طلب حق کی بنا پر آپ نے اس پرکشش عہدہ سے مستعفی ہو کر ربیع الثانی 1304ھ/ دسمبر 1886ء میں انبالہ شریف میں حضرت خواجہ توکل شاہؒ نقشبندی سے بیعت ہو کر باطنی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شیخ نے اپنی زندگی میں ہی 1312ھ/ 1894ء میں خلافت عطا فرما کر مسندِ ارشاد پر فائز کر دیا۔ پیشوائے گرامی کے وصال (1305ھ/

1897ء) کے بعد آپؒ نے بلادِ اسلامیہ کی سیاحت کے دوران بغداد شریف میں خانقاہ حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ میں دو سال قیام کیا۔ ان کے سجادہ نشین سید عبد الرحمٰن الجیلانیؒ (ولادت 1841ء وصال 1927ء: آپ 11 نومبر 1920ء سے 20 نومبر 1922ء تک عراق کے پہلے وزیرِ اعظم رہے) نے آپؒ کو سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت سے نوازا۔ قیامِ بغداد کے دوران وہاں کے علماء سے محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ کر کے مشاہدہ کے متوازی علمی طور پر بھی نظریات وجود و شہود کی تحقیق فرمائی۔ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی خلافت عطا فرمائی۔ آپ نے کم و بیش اسی (80) خلفاء یادگار چھوڑے۔ جنات نے بھی آپ سے بکثرت فیض پایا۔ [آپ کے خلفاء کا تذکرہ "چراغ محبوب" کے نام سے زیرِ تکمیل ہے۔ الطاف]

## آپ کی پیشین گوئیاں:

1- مسلمان برصغیر میں پاکستان کے نام سے الگ وطن حاصل کرلیں گے۔

2- کشمیر متنازعہ علاقہ ہو جائے گا۔

3- پاکستان بننے کے ساتھ ہی دیگر اسلامی ممالک بھی آزاد ہونا شروع ہو جائیں گے۔

4- پاکستان اور بھارت میں وسیع پیمانے پر جنگ کے نتیجہ میں پاکستان کو فتح ہو گی اور بھارت اس کا ایک حصہ بن جائے گا۔ ابھی تک تین پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔

## وصال:

آپؒ نے 21 رمضان المبارک 1335ھ/ 12 جولائی 1917ء بروز جمعرات بوقتِ سحری وصال فرمایا۔

## عقائد:

آپؒ نے اپنے اساتذہ کے عقائد کو مقلدانہ طور پر اپنانے کی بجائے خود تحقیق فرمائی اور ماتریدی عقائد اپنائے۔ آپؒ کے عقائد برصغیر پاک و ہند کے جمہور اہل سنت والجماعت کے مطابق تھے، لہٰذا آپؒ فاتحہ، چالیسواں، عرس، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قیام فی المیلاد وغیرہ کے قائل تھے اور ان پر عمل کرتے تھے۔ بعد از وفات، حیاتِ انبیاء و اولیاء اور ان کے توسل کے قائل تھے۔ آپؒ نے اپنے ان عقائد کا تذکرہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''ذکر خیر'' میں تفصیل سے کیا ہے۔

## تصانیف:

1- ذکر خیر: حضرت کے شیخ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری اور تصوف کی مستقل کتاب ہے۔ یہ کتاب بیس ہزار کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔

2- خیر الخیر: نقشبندی اور مجددی سلوک پر بے مثال کتاب۔

3- ذکر کثیر: سالک کے لیے مختلف مقامات پر ضروری معمولات مندرج ہیں۔

4- تنویر الابصار (تجدید شدہ ایڈیشن الطاف الاذکار): فضائل و آدابِ ذکر پر نادر کتاب ہے، جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔

5- شب حسین بر عرش بریں: واقعہ معراج پر مستند اور سیر حاصل کتاب ہے۔

6- حیٰوۃ الروح: صوفی محمد صادق الاسلامؒ نے حضرت کے اقوال جمع کیے جو ''ذکرِ محبوب'' میں ہی شامل کر دیے گئے ہیں۔

**نوٹ:** حضرت کے تفصیلی تعارف کے لیے راقم کی کتاب ''پروازِ محبوب'' کا مطالعہ فرمائیں۔

❁❁❁❁

# دیباچہ از تجدید کنندہ

فضائل ذکر پر موجود کتابوں میں سے ''تنویر الابصار'' ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں ذکر، حلقۂ ذکر، ذاکر اور ذاکرین کے ساتھیوں کی فضیلت قرآنِ پاک اور حدیثِ مبارک سے بیان فرمائی گئی ہے۔ یہ تفصیلات کتابوں میں بکھری ہوئی مل جاتی ہیں۔ ایک حقیقت جو اسے باقی کتابوں سے ممتاز کرتی ہے وہ ہے ذکر اور مشاہدہ۔ مشاہدہ کا تذکرہ اتنا بلند پایہ ہے کہ ذاکر پر وحدت الوجود اور وحدت الشہود منکشف ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا فاضل مصنف ؒ نے کتاب کے آخر میں وحدت الوجود کے باب کا اضافہ کرنا ضروری سمجھا۔ یہ مشکل مگر خوبصورت باب ہے اور وہ ذاکرین جو مشاہدہ کی دولت سمیٹ چکے ہیں ان کے لیے اس کا پڑھنا اور اسے مشاہدہ کے متوازی علمی طور پر سمجھنا از حد ضروری ہے تاکہ انکشاف اور وہم میں فرق کر سکے ورنہ اس مقام پر غلطی خدانخواستہ توحید ہی سے دور کر سکتی ہے۔

اتنی خوبصورت اور اہم کتاب کے مطالعہ میں ایک بڑی مشکل تھی کہ اس کتاب کی اردو پرانی ہونے کی وجہ سے اس کا سمجھنا تقریباً ناممکن تھا۔ اس جانب کسی کی توجہ مبذول نہ ہوئی، اگر ہوئی بھی تو تصوف کے روایتی ''آداب'' کی نذر ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے صاحبزادہ گلزار رسول نقشبندی ساکن بادشاہ پور کو جنہوں نے مجھے اس جانب راغب کیا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عنایت اور بزرگان کی نظر سے یہ کام مجھ نالائق سے مکمل کروا دیا تاکہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ بندۂ ناچیز نے حضرت مصنف ؒ کے الفاظ کو ممکن حد تک استعمال کرتے ہوئے اسے آج کی اردو میں تبدیل کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ نہایت مشکل کام تھا اور میں اس کی تکمیل کے لیے درکار

علم سے بھی عاری تھا۔ بہر حال یہ اللہ رحمٰن و رحیم کی مرضی ہے کہ جس سے کام لینا چاہے لے لیتا ہے۔ پرانی اور نئی عبارت کے دو نمونے پیشِ خدمت ہیں تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ یہ کام کتنا اور کیوں اہم تھا:

## 1-اصل عبارت:

فرماتا ہے اللہ غالب اور بزرگ کہ "قریب ہے جانیں گے صاحب جمع کے یعنی قیامت کے دن والے اس دن، کہ کون ہیں صاحب بزرگی کے لائق عزت اور اکرام کے کہ جن پر اللہ تعالیٰ انعام اور بخشش کرے گا؟" عرض کی اصحاب رضی اللہ عنہم نے "کون ہے صاحب بزرگی کے، اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے؟" آپ نے فرمایا "صاحب مجلسوں ذکر کے مسجدوں سے۔"

## نئی عبارت:

غالب اور بزرگ اللہ فرماتا ہے کہ صاحبِ جمع یعنی قیامت کے دن والے عنقریب جان لیں گے کہ کون لوگ بزرگی، عزت اور اکرام کے لائق ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ انعام اور بخشش کرے گا؟ اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کون لوگ بزرگی والے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسجدوں میں ذکر کی مجلسیں کرنے والے۔

## 2-اصل عبارت:

اب معنی اس کے شریعت میں تو یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ، کان، پاؤں بن جانے کے کہ یہ اعضا آلہ ہیں اور ان سے کام کئے جاتے ہیں۔ جب ان سے کوئی کام کرتا ہے بندہ اللہ تعالیٰ کا جسے وصل تام ذات الٰہی کا ہو گیا اسی وقت خلدی سے ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ جب کسی چیز کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اسباب کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ارادۂ الٰہی سے اسی وقت عدم سے وجود میں آ جاتی

ہے۔ تو قربِ الٰہی سے بندہ کو بھی یہ صفت عکسی طور پر عنایت ہو جاتی ہے۔

## نئی عبارت:

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ، کان، پاؤں بن جانے کے شریعت میں تو یہ معنی ہیں کہ یہ اعضا آلہ ہیں جن سے کام کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا بندہ جسے ذاتِ الٰہی کا مکمل وصل حاصل ہو چکا ہو، جب کوئی کام کرنے لگتا ہے تو وہ کام فوراً ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ جب کسی چیز کو بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اسباب کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ارادۂ الٰہی سے اسی وقت عدم سے وجود میں آ جاتی ہے۔ قربِ الٰہی کی وجہ سے یہ صفت عکسی طور پر بندہ کو بھی عنایت ہو جاتی ہے۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے "تحریکِ ذکر" کے نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ جہاں تحریک کے حلقے موجود ہیں وہاں انشاء اللہ العزیز یہ کتاب سبق کے طور پر پڑھی جائے گی۔ اس کے ابواب کو اسباق میں تقسیم کر دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو آسانی ہو۔

**نوٹ:** جہاں جہاں عدد 41 آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ ترجمہ تجدید کنندہ الطاف محمود کی جانب سے کیا گیا ہے، مصنف کی طرف سے نہیں، لہٰذا اس میں کسی قسم کی غلطی یا کمی بیشی کی ذمہ داری تجدید کنندہ پر ہے۔ [41]

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین۔ بحرمتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!

لیفٹیننٹ کرنل (ر) **پیر الطاف محمود ہاشمی**

نبیرہ حضرت خواجہ محبوب عالم سیدوی رحمۃ اللہ علیہ

❁❁❁❁

# اظہارِ تشکر

جناب پروفیسر حضرت رفیع الدین چشتی معظمی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت 24 جمادی الاول 1358ھ/ 12 جولائی 1939ء/ متوفی 15 شوال المکرم 1429ھ/ 15 اکتوبر 2008ء) کا دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں جنہوں نے فارسی اشعار کے ترجمہ کا نہایت مشکل کام سر انجام دیا۔ عزیز القدر صاجزادہ محمد اسرار الحق حقانی مدظلہٗ (ایم اے عربی، ایم اے فارسی، پنجاب یونیورسٹی لاہور/ ایم ایس عربی زبان و اسلامی تمدن، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد/ ایم ایڈ/ ٹیچر ایجوکیشن، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد/ سبجیکٹ سپیشلسٹ عربی) خانقاہ ٹھیکریاں شریف، تحصیل و ضلع گجرات کا جنہوں نے میری گذارش پر تنویر الابصار کی تخریج نہایت محنت اور ذمہ داری سے مکمل کر کے اللہ جانے کتنا فیض سمیٹا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے انعام یافتہ لوگوں میں داخل فرمائے۔ آمین ثم آمین، بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ صاجزادہ صاحب نے اس کتاب میں کے حوالہ جات مندرجہ ذیل کتب سے لیے:

1- صحیح البخاری: الامام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفی رحمۃ اللہ علیہ 194 تا 256ھ۔ دار السلام للنشر والتوزیع الریاض (سعودی عرب)، الطبعۃ الثانیۃ، ذوالحجہ 1419ھ/ 1999ء۔

2- صحیح مسلم: الامام الحافظ مسلم بن حجاج النیشا پوری، المتوفی 261ھ حق اصولہ وخرج احادیثہ علی الکتب الستۃ ورقمہ الشیخ خلیل ماحون شیخا، دار المعرفۃ بیروت لبنان۔ الطبعۃ الثانیۃ 1428ھ/ 2007ء۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب کے حوالہ جات بتحقیق الشیخ جمال عیتانی (طبعة مقابلة على مخطوطة المكتبة الظاهرية بدمشق، مرقمة الحديث ومخرجة الكتب التسعة) منشورات، محمد علی بیضون، لنشر کتب السنة والجماعة، دارالکتب العلمية بیروت، لبنان، سے لیے گئے ہیں:

3- جامع ترمذی: تالیف، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی 279ھ

4- سنن ابوداؤد: تالیف امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، متوفی 275ھ

5- سنن نسائی: تالیف امام احمد بن شعیب نسائی، متوفی 303ھ

6- سنن ابن ماجہ: ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ، متوفی 273ھ

7- مسند احمد: تالیف امام احمد بن حنبل، متوفی 241ھ

8- موطا امام مالک: تالیف مالک بن انس الاصبحی، متوفی 170ھ

9- مشکاۃ المصابیح: تالیف، العلامۃ الشیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی، متوفی 741ھ، الطبعۃ الاولیٰ، 2003ء/1424ھ۔

10- الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر: تالیف، امام جلال الدین بن ابوبکر السیوطی، المتوفی 911ھ، عدد الصفحات: 592، سنۃ الطباعۃ: 2006ء، الطبعۃ: الثالثۃ

11- کنز العُمّال فی سُنَن الاقوال والافعال: تالیف، علامہ علاءُ الدین المتقی بن حسام الدین الہندی البرہان فوری، المتوفی 975ھ، ضبطہ وفسر غریبہ، الشیخ بکری حیانی، محجہ ووضع فہارسہ ومفتاحہ، الشیخ صفوۃ السقا، مؤسسۃ الرسالۃ، للطباعۃ، والنشر، والتوزیع، بیروت؛ شارع سوریۃ، بنایۃ صمدی وصالحۃ، سنۃ الطباعۃ 1409ھ / 1989ء

12- النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: تالیف امام مجدالدین ابی السعادات المبارک

بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی سنة 606،خرج احادیثه و علق علیه، ابو عبد الرحمان صلاح بن محمد بن عویضة، الطبعة الثانیة 1423ھ/2002ء

13- مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح از ملا علی قاری، المصدر المشکاۃ الاسلامیہ

14- الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان: ترتیب امیر علاؤ الدین علی بن بلبان الفارسی، 739ھ، قدم لہ وضبط نصہ کمال یوسف الحون، مرکز الخدمت والابحاث الثقافیہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ الطبعہ الاولیٰ 1407ھ/1987ء

15- مسند ابو یعلی الموصلی: الامام الحافظ احمد بن علی بن المثنی التمیمی 210ھ-307ھ، حققہ وخرج احادیثہ حسین سلیم اسد، طبعہ ثانیہ 1410ھ-1990ء، دار المامون للتراث دمشق، بیروت

16- حصن حصین از امام محمد بن محمد الجزری شافعی۔ ترجمہ از مولٰنا محمد ادریس، شائع کردہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، لاہور، راولپنڈی

# الطاف الاذکار

## تجدید

## تنویر الابصار بجنود الابرار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ط وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ط
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کَمَا ھِیَ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَحَبِیۡبِہٖ
وَنُخۡبَتِہٖ مُحَمَّدٍ نِالۡمُصۡطَفٰی وَ عَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ
وَاَحۡبَابِہٖ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ اَجۡمَعِیۡنَ۔

ترجمہ: ”شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔ تمام تعریفیں رب العالمین کے لیے ہیں، عاقبت کے انعامات متقین کے لیے ہیں، اور قیامت تک کے لیے درود و سلام ہو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اس کے محبوب اور خلاصہ کائنات یعنی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، اُن کی آل پر، اُن کے اصحاب پر اور اُن کے تمام احباب پر۔“ [41]

امّا بعد، بندۂ ضعیف، اللہ تعالیٰ عزوجل کی رحمت کا امیدوار ابو الہاشم محبوب عالم بن عارف باللہ رکن عالم عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مرضی سے توجہ اور دل کا

رجحان صوفیاء رضوان اللہ علیہم کے پاک گروہ کی طرف ہوا تو بے حد تلاش اور مسنون استخارہ کے بعد انبالہ شہر میں زبدۃ العارفین، قدوۃ المتاخرین، فخر المتقدمین، صفدرِ میدانِ ولایت، رئیس المتوکلین، اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ۔ (آل عمران:159) [بے شک اللہ تعالیٰ اپنی ذات پر بھروسہ کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ 41]

کے مصداق، مقبول بارگاہ لم یزل، مستِ بادۂ الست، ساقیٔ شربتِ الٰہی، حضرت توکل شاہ صاحب محبوبِ الٰہی رضوان اللہ علیہ وعلیٰ صحبہ اجمعین کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت حاصل کیا۔ تقریباً نو برس خاص خدمت حضوری میں رہ کر باطنی فیوضات سے مستفید ہوا اور طرح طرح کے مجاہدات ومشاغل کی تعلیم پائی۔

## سبق نمبر 1

حقائق کے خزانے، معرفت کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر یعنی توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر اوپر ہوا، کے اللہ تعالیٰ سے وصال اور دنیا کی قید سے خلاصی پانے کے بعد بندہ نے اپنی استطاعت کے مطابق دیگر صوفیاءِ کرام کی خدمت میں حاضر ہو کر صحبت حاصل کی۔ بہت زیادہ تجربہ اور مجاہدہ کے بعد ایسی حالت پیدا ہوئی کہ توحید کی لذت تمام بدن میں جوش زن ہوئی۔ اس کے نتیجہ میں سن کر تقلید کرنے کی بجائے یہ بات عین الیقین کے مشاہدہ کے طور پر دل پر منکشف ہوگئی کہ تمام احکامِ شریعت، قرآنِ مجید و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف بلکہ کل اسلام کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جن عقائد اور افعال واقوال سے ہمارا خالق، مالک، رب، حافظ، ناصر ومعین راضی ہے وہ حاصل کریں اور جن سے وہ مولائے حقیقی ناراض ہو ان سے بچتے رہیں۔ جن کاموں سے وہ مولا راضی ہو ان پر عمل کر کے اُسے راضی کرنے کی کوشش میں مصروف ہوں۔ جب ہم اسے راضی کریں گے تو وہ مولائے حقیقی ہمیں

دنیا میں بھی راضی رکھے گا اور عاقبت کی زندگی میں جنت میں بھی اعلیٰ درجہ کے مراتب عنایت فرما کر اپنے دیدار سے منور فرمائے گا۔

اسے راضی کرنے والے کاموں میں سب سے زیادہ اہم اور مقصود بالذات ذاتِ الٰہی کا وصل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ (بنی اسرائیل:72)

ترجمہ: ”یعنی جو شخص دنیا میں دیدارِ الٰہی سے نابینا رہا، وہ آخرت میں بھی دیدارِ الٰہی سے نابینا رہے گا۔“

چنانچہ ایک روز سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آخرت میں کون سا شخص اعلیٰ درجہ والا اور اپنے رب سے زیادہ قریب ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہوگا جو دنیا میں اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں اور اپنی صفات کو خدا تعالیٰ کی صفات میں فنا کرے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید و فرقان حکیم میں محبت بھری اور عشق کی خوشبو والی آواز میں اسی فنا اور وصل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ۔ (البقرہ:152)

ترجمہ: ”اے میرے بندو تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔“

یعنی اے میرے بندو! تم میرا ذکر کیا کرو تا کہ میری بارگاہ میں تمہارا ذکرِ خیر بھی ہوا کرے۔ اگر کوئی صاحبِ بصیرت جسے اللہ جل شانہٗ نے ہدایت کی تھوڑی سی سوچ اور سمجھ عنایت فرمائی ہے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیسی درد بھری ندا ہے۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے، پہلے تم میرا ذکر کرو پھر اسی وقت میں بھی تمہارا ذکر کروں گا۔ یہ عاشق و معشوق بننے کا ڈھنگ، طریقہ اور انداز خود معلمِ حقیقی سکھا رہا ہے اور اسی آواز کو وصل کی سیڑھی سمجھا گیا ہے۔ جو یہ فرمایا ہے کہ میں تمہارا ذکر کروں گا تو اس سے مراد ہے کہ میں تمہاری طرف ذکرِ

خیر کے ساتھ توجہ کروں گا۔ کیسا عمدہ شعر معلوم ہوتا ہے:

چاہیئے خوبوں سے ملنا چاہیئے
وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیئے

غور کر اے بندے! جب مولائے حقیقی خود تجھے اپنا عاشق بنانے کی تعلیم دیتا ہے پھر تو خوش ہو کر جامِ عشق منہ سے لگا کر اسے پینے میں مصروف ہو جا۔ اللہ تعالیٰ کے عشق کا جام پلانے والوں کی تلاش کر کے ان کے قدموں کی خاک بن جا۔ پھر مجاہدہ سے یہ جام حاصل کر اور شریعت کے شربت سے ٹھنڈا کر کے اس پی لے۔ پھر اس کے نشہ میں تجھے مولیٰ کا دیدار نصیب ہو جائے گا مگر یہ خیال رکھنا ہوگا:

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوس ناکے نداند جام و سنداں باختن

ترجمہ: "ایک ہاتھ میں شریعت کا جام اور دوسرے ہاتھ میں عشق کا ہتھوڑا۔ ان دونوں کو اکٹھا رکھنا ہر ہوس ناک کے بس کا روگ نہیں۔"41

## سبق نمبر 2

اللہ جلّ شانہٗ کو اپنے بندوں سے جتنی محبت ہے اس کی کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام سے سُنو تا کہ تجھے یہ خیال نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تو محبت کرنے کا حکم فرماتا ہے، اُسے بھی ہم سے محبت ہے یا نہیں؟ سو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ ستر گنا زیادہ محبت ہے اُس محبت سے جو ایک ماں کو اپنے بچہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک روز کچھ قیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ حسبِ ارشاد انہیں قتل کرنا

شروع کیا گیا۔ ان قیدیوں میں ایک عورت تھی جس کے پستانوں سے دودھ ٹپک رہا تھا کیونکہ اس کا شیر خوار بچہ گم ہو گیا تھا۔ وہ گھبرائی ہوئی اپنے بچہ کو ڈھونڈتی پھرتی تھی۔ جب بچہ اسے مل گیا تو اسے چوم کر گرد صاف کر کے سینہ سے لگا لیا اور اس کے منہ میں پستان ڈالا۔ جب بچہ دودھ پینے لگا تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مبارک اس پر جا پڑی۔ اس حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ اگر اس عورت سے کہا جائے کہ تو اپنے اس بچہ کو آگ میں ڈال دے تو کیا یہ ڈال دے گی؟ اصحاب رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلہٖ وسلم فِدَاكَ اَبِيْ وَ اُمِّيْ [میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ 41] اسے بچہ بہت ہی پیارا ہے، اسے آگ میں نہیں ڈالے گی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنی اس عورت کو اپنے بچہ سے محبت ہے، اللہ جلّ شانہٗ کو اپنے بندہ کے ساتھ اس سے ستر گنا زیادہ محبت ہے۔ جب ایک حصہ محبت والی نہیں چاہتی کہ اپنے بچہ کو آگ میں ڈالے تو اس سے ستر گنا زیادہ محبت کرنے والا کب چاہتا ہے کہ اپنے بندوں کو آگ میں ڈالے؟

اب غور اور فکر کا مقام ہے کہ وہ احکم الحاکمین جس کی ذات میں بے نیازی اور غنا ہے وہ تو اپنے بندے سے اس قدر محبت رکھے، مگر اے انسان! تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں کوشش نہ کرے، حالانکہ وصل کی طرف بلانے والی آواز چوٹ لگا کر تجھے تنبیہ کر رہی ہے کہ اس عاشق (یعنی اللہ تعالیٰ) کا تو بھی عاشق ہو جا۔ اللہ تو نہیں چاہتا کہ تُو آگ میں پڑے لیکن اگر تُو خود ہی مرتبہ انسانی سے گر کر آگ میں پڑے تو تیری غلطی اور غفلت ہے۔ اس نے کمال محبت اور رحمت کی وجہ سے تجھے آگ سے بچانے کے لیے آسمانی کتابیں، انبیاء اور رسولِ یزدانی علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیج کر تیری ہدایت کا بندوبست کیا۔ تمہیں رحمتِ الٰہی کے بہت سے آثار سنائے گئے ہیں۔ اگر اب بھی تو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور الٰہ العالمین جل شانہٗ کی آواز نہ سنے اور اس کی طرف متوجہ نہ ہو تو

تیری بہت بڑی غلطی ہے۔

# سبق نمبر 3

## فصل: اسلام اور وسیلہ

یہ تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اسلام، قرآنِ مجید اور حدیث شریف کا مقصد وصل الٰہی ہے۔ مگر یہ مقصد فقط زبانی کلامی باتوں سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی کامل وسیلہ نہ پکڑا جائے۔ اسی لیے اللہ جل شانہٗ خود فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ۔ (المائدہ:35)

ترجمہ: ”اے ایمان والو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کا وسیلہ پکڑو۔“

اگر اللہ تعالیٰ کا وصل وسیلہ کے بغیر ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ ہرگز وسیلہ کا ارشاد نہ فرماتا۔ سب سے پہلا وسیلہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، حتیٰ کہ قرآن مجید بھی آپ کے وسیلہ سے ہم تک پہنچا۔ حدیث شریف وحیٔ خفی ہے جو فی الحقیقت خدا ہی کا کلام ہے، وہ بھی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد سے حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں اگر تعلیمِ اسلام کی طرف غور کیا جائے تو وہ بھی ایسے ہی دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح قرآنِ مجید جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے اتارا گیا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی ترکیب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سکھائی۔ ایک روز خود امام بن کر پانچ وقت کی نماز اول وقت پڑھائی اور ایک روز پانچ وقت کی نماز آخر وقت پڑھائی۔

علاوہ ازیں جب کبھی وحیٔ الٰہی آتی تو جبرائیل علیہ السلام وحی لاتے تھے ورنہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرب اور وصل الٰہی اس انتہا درجہ کا تھا کہ وہاں تک کسی کی رسائی ممکن نہ

تھی (اور وحی کے لیے جبرئیلؑ کے واسطہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔) چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب الاستغفار، ص 160، موقع المشکاۃ الاسلامیہ)

ترجمہ: ''میں ایک وقت اللہ تعالیٰ کے اتنا قریب ہوتا ہوں کہ وہاں کسی نبی مرسل اور مقرب فرشتہ کی رسائی نہیں ہوتی۔''

اس پر یہ حدیث شاہد ہے:

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔''

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 387، باب ایمان بالقدر، المصدر۔ موقع المشکاۃ الاسلامیہ)

جبرائیلؑ نورِ محمدی ﷺ کا ایک کرشمہ ہے۔

یہ باتیں صرف وسیلہ کی تعلیم کے لیے واقع ہوئیں کیونکہ یہ دنیا اسباب کا جہان ہے ورنہ تمام حقائق کا مجموعہ حقیقتِ محمدیہ ﷺ ہے جو سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہے۔ وہاں تک جبرائیل، میکائیل، اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام کو بھی عروج نہیں ہے، عروج تو کیا یہ ملائک وہاں کے اتصال سے بھی دور ہیں، اگرچہ یہ مقربین ملائک ہیں۔

## سبق نمبر 4

قربِ الٰہی میں جو مقام حقیقتِ محمدیہ ﷺ کو حاصل ہے یہ سب سے اول ہے اور اسے تعین اول سے تعبیر کر سکتے ہیں اور وحدت الوجود والے صوفیہؒ کرام اسے مظہر

اول کہتے ہیں۔

یہ تمام اسباب محض مخلوق کی تعلیم کے لیئے ہین کیونکہ اشارہ اس طرف ہے کہ یہ عالم خلق کا جہان عالم اسباب سے قائم ہے۔ یہاں اسباب کے بغیر کوئی کام حاصل نہیں ہوتا۔ بعض پڑھے لکھے اور ان پڑھ لوگ اس بات کا اعتبار کر کے کہتے ہیں کہ ہمیں قرآن شریف اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کافی ہے، یہی وسیلہ ہے اور قرآن و حدیث سے بڑھ کر اور کوئی وسیلہ نہیں۔ عوام الناس بھی اس دھوکے میں آ کر قربِ الٰہی کی نعمت سے محروم کرنے والے اس جرم میں ان کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔

ہم ان سے بہت ادب اور نرمی سے ایک سوال کرتے ہیں۔ قرآن شریف اور حدیث شریف ہی فی الحقیقت وسیلہ ہیں اور انہی سے امر ونہی حاصل ہوتا ہے۔ بے شک یہ ہم بھی مانتے ہیں۔ مگر کسی پڑھے ہوئے شخص سے پڑھنا قرآن و حدیث کا اتباع نہ ہوگا بلکہ اسی پڑھانے والے کا اتباع ہوگا اور وہ پڑھانے والا شخص وسیلہ بن جائے گا۔ ہاں البتہ قرآن مجید و حدیث شریف خود بہ نفسِ نفیس ہم سے ہم کلام ہو کر احکامِ الٰہی کی تعلیم، نصیحت اور وعظ کرے تو ہم بھی مان لیں گے۔

(جب یہی ضد ہے کہ) کہیں اور نہ جائیں گے اور نہ کسی سے پوچھیں گے اس لیے قرآن و حدیث کے اتباع کا دعویٰ کر کے وسیلہ ترک کر دیا۔ لہٰذا جس وقت قرآن و حدیث پڑھانے لگیں گے تو لغت اور صراح قاموس وغیرہ کی ضرورت پڑے گی (جو بذاتِ خود وسیلہ ہین۔) اگر پڑھنے والا کم علم ہے یا کسی قدر اردو پڑھا ہوا ہے تو ترجمہ دیکھے گا اور اگر بالکل ان پڑھ ہے تو کہے گا کہ فلاں مولوی خوب پڑھا ہوا ہے اس نے یہ مسائل بیان کیے تھے۔ اس طرح بھی وسیلہ اختیار کیا۔ کہیں ترجمہ ہے، کہیں لغت ہے، کہیں مولوی ہے۔ افسوس صد افسوس!

برین عقل و دانش بباید گریست

ترجمہ: ''ایسی عقل ودانش پر رونا آتا ہے۔''41

اگر بغیر وسیلے کے قرآن وحدیث سے ہماری باتیں کرادیتے تو بے شک ہم بھی مان لیتے۔اب یہ واضح ہوگیا کہ وسیلہ عقلاً ونقلاً ضروری ہے،اس کے بغیر خدا تعالیٰ تک رسائی تو دور کی بات ہے خدا کے راستے کا علم بھی ناممکن ہے۔اسی لیے اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (النمل،آیت:43)

ترجمہ: ''اگر تم نہیں جانتے تو (ذکر کرنے والوں) سے پوچھ لو جو جانتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اہلِ ذکر سے پوچھنے کا خود ارشاد فرماتا ہے باوجود اس کے کہ قرآن شریف اور حدیث شریف موجود ہے پھر بھی اہلِ ذکر سے دریافت کیے بغیر اسلام ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔

## سبق نمبر 5

آیت تو ہم پیش کر چکے ہیں اب حدیث شریف اور آثارِ صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی پیش کرتے ہیں شاید کہ اللہ تعالیٰ تجھے راہ راست پر لے آئے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال پاک کے بعد قرآن مجید بھی موجود تھا اور دست بہ دست پہنچی ہوئی احادیث اُس زمانہ میں صحابہ کرامؓ کو آج سے دوگنا، تین گنا یا اس سے بھی زیادہ یاد تھیں۔اب تو حدیثیں ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کی وجہ سے ضعیف اور قوی ہوگئی ہیں مگر اُس وقت سب احادیث سچی تھیں اور کسی میں جھوٹ کا احتمال نہ تھا کیونکہ وہ احادیث ہر صحابی نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے خود سنی ہوئی تھیں۔مزید یہ کہ ہر صحابیؓ نے بارہا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیعت بھی کی ہوئی تھی،اور اللہ تعالیٰ بھی فرما چکا تھا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ

نِعْمَتِیْ۔ (المائدۃ، آیت:3)

ترجمہ: ''میں آج کے دن تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر چکا ہوں اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر چکا ہوں، دین کی کوئی بات باقی نہیں رہی''۔

افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق عبد اللہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منبر و مسند محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بٹھایا گیا اور (ان کے ہاتھ پر) ہر ایک نے توحید اور خلافت کی بیعت کی۔ اگر سوائے وسیلہ کے کوئی وجہ ہو سکتی (یعنی اگر وسیلہ کے بغیر یہ معاملات چل سکتے) تو صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے کہ قرآن شریف اور حدیث شریف کے ہوتے ہوئے ہمیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی کچھ ضرورت نہیں۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرَ۔

ترجمہ: ''میرے بعد ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اتباع کرو''۔

(کنز العمال، جلد 11، صفحہ 562، حدیث نمبر 32656)

مزید فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 414، حدیث نمبر 6018)

ترجمہ: ''میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی طرح ہیں، جس کی بھی تابعداری کرو گے ہدایت پاؤ گے''۔

ستاروں کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال دینے کی وجہ یہ ہے کہ رات کو جب قافلے سفر کی حالت میں ایسے جنگل میں جاتے ہیں کہ جہاں راستہ نہیں ملتا اور راستہ بتانے والا بھی کوئی نہیں ہوتا تو قافلے والے مشرق، مغرب، شمال اور جنوب ستاروں (کی مدد) سے معلوم کرتے ہیں اور جہاں جانا ہوتا ہے وہاں کا پتہ معلوم کر لیتے ہیں۔ ہر زمانہ سے یہ معمول چلا آتا ہے کہ رات کو ستاروں سے سمت اور پتہ معلوم کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ

ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ؓ بھی اسی طرح ہیں کہ ان کے نورِ ہدایت کی روشنی ستاروں کی روشنی کی طرح چمکتی ہے۔ اگر تم بھی ان کے افعال، اقوال اور عقائد پر چلو گے تو ہدایت پا جاؤ گے کیونکہ یہ بعینہٖ رسول ﷺ کی اقتدا ہے۔

اب ہم پھر اس پہلے مسئلہ کی طرف آتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام پر بھی اکتفا نہ ہوا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور اسد اللہ الغالب علی رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ ہوئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خلیفہ کے حکم کی تابعداری رسول اللہ ﷺ کی تابع داری سمجھتے تھے۔

جب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کا صفّین کی جنگ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوا تو کچھ اصحاب دونوں صفوں کے درمیان قرآن مجید لے کر کھڑے ہو گئے کہ یہ قرآن مجید فیصلہ کرے گا لہٰذا جنگ سے باز رہو۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا:

اَلْقُرْآنُ اَصَمّ۔

ترجمہ: ”قرآن مجید کی زبان نہیں کہ بولے۔“

پڑھنے والے اسے پڑھ کر سنائیں گے تو فیصلہ ہو سکتا ہے۔

## سبق نمبر 6

اب ہم تھوڑی سی حقیقت اس کی بیان کرتے ہیں کہ یہ نقوش وحروف جو قرآن مجید کے کاغذوں پر لکھے گئے ہیں یا لکھے جاتے ہیں (قدیم نہیں) جبکہ کلام قدیم پر دلالت کرتا ہے اور کلام قدیم کے معانی کا تعلق ان (نقوش وحروف) سے ہے، لہٰذا کلام قدیم کے حقائق مومنوں کے سینہ پر وارد ہوتے ہیں۔

لہٰذا اس کی معرفت کے حقائق، توحید کے اسرار، باطن کے تصرفات، انوارات کا انکشاف اور اللہ تعالیٰ کی رضا اہلِ اسلام کے سینہ میں وارد ہوں گے۔ اس کے بعد اور لوگوں کو جو ہدایت ہوگی وہ اس صاحب صدر کی زبان، قلبی توجہ، روحانی تاثیر سے بطور عکس، القا یا اتحاد ہوگی۔ ورنہ اگر کلام مجید خود بھی نہ پڑھے اور نہ کسی سے سمجھے تو کوئی اثر نہیں ہوگا بے شک مدت تک اپنے گھر میں رکھے، بغل میں دبائے پھرے یا اس کی طرف دیکھتا رہے، ان باتوں سے کبھی کامیاب نہیں ہوگا بلکہ ایک قسم کے حجاب کی اوٹ میں آ کر اصل مقصد سے ہٹ جائے گا۔ اگر یہی کلام مجید اور کلمۂ توحید کسی کامل سے سیکھے تو تجھے وصل الٰہی کا مزہ حاصل ہو جائے گا۔

چنانچہ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا کہ مجھے نامِ الٰہی کی تعلیم دیں تا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی محبت وارد ہو۔ اس بزرگ نے پوچھا کہ تم نماز پڑھا کرتے ہو؟ کہا ہاں۔ بزرگ نے پوچھا کب سے پڑھتے ہو؟ اس نے کہا، جب سے میں بالغ ہوا ہوں میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی۔ بزرگ نے پوچھا کہ وضو کر کے پڑھا کرتے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ حضرت بھلا کہیں بلا وضو بھی نماز پڑھی جاتی ہے؟ بزرگ نے فرمایا کہ پھر تجھے نماز کے دوران نورِ وحدت کے دریا میں فنا اور استغراق کیوں نہیں ہوتا؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں تو اس کی نشانی بھی نہیں جانتا بلکہ مجھے تو نماز میں کبھی لذت بھی نہیں آئی۔ بزرگ نے پوچھا کہ کچھ پڑھے ہوئے بھی ہو؟ جواب دیا کہ علم تو پورا حاصل کیا ہوا ہے بلکہ میں نے مدت تک کتابیں بھی پڑھائی ہیں۔

وہ بزرگ حیران ہو کر فرمانے لگے کہ میں تو بہت پڑھا ہوا بھی نہیں ہوں، یہ کیا وجہ ہے کہ تم اہلِ علم کو بھی (نماز میں) لذت نہیں آتی؟ اس بزرگ نے بہت دیر کے بعد فرمایا کہ بھلا وضو کے فرائض یاد ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا ہاں۔ چنانچہ اس

نے فرائض، واجبات، سنن و مستحبات بیان کیے۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ وضوتو کرو۔ جب اس شخص نے وضو کیا تو بہت سی سنتیں، مستحبات اور دعائیں چھوڑ دیں۔ اس بزرگ نے یہ دیکھ کر اس سے کہا کہ ایسا وضو کر جیسا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا کرتے تھے۔ اس شخص نے دوبارہ وضو کیا اور تمام فرائض، سنتیں اور مستحبات اور حدیث مبارک میں بیان کردہ دعائیں پوری ادا کیں۔ اس بزرگ نے پوچھا کہ تجھے اس طرح وضو کرنے میں کچھ لذت آئی؟ اس نے کہا کچھ تھوڑی سی لذت آئی ہے۔

پھر اس بزرگ نے فرمایا کہ قلبی طہارت کا خیال کر اور توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف کر۔ یعنی (یہ خیال کر کہ) اے اللہ تو پاک ہے، مجھے بھی پاک کر تا کہ میں تیری درگاہ میں حاضر (ہونے کے قابل) ہوسکوں۔ پھر اس بزرگ نے اُسے ظاہری و باطنی خطرات سے توبہ کرائی۔ جب اس نے ان بزرگ کے ہاتھ پر ان الفاظ مذکورہ میں توبہ کی تو اسے فوراً استغراق ہو گیا اور رفتا شروع ہو گئی اور نام الٰہی کی طرف جذب ظاہر ہونے لگا۔ پھر اس بزرگ نے فرمایا کہ اب نماز پڑھ۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو بہت افسوس کیا اور رویا۔ لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ یہ سب چیزیں تو میں پہلے ہی جانتا تھا مگر مجھے ایسی لذت کبھی نہیں آئی۔ اس بزرگ کے سادے لفظوں سے نامِ الٰہی کا جذب حاصل ہوا، روح وقلب کو لذت حاصل ہوئی، ذوق اور شوق بھڑکنے لگا۔ سو اس ضائع شدہ عمر کو روتا ہوں کہ میں نے کامل کی تلاش کیوں نہ کی۔

کاملوں سے ملتا ہے یہ جوہر میاں
کاغذوں میں ہے بھلا یہ ہمت کہاں

اور مولانا روم فرماتے ہیں:

صد کتاب و صد ورق در نار کن
جان و دل را جانب دلدار کن

ترجمہ: ''سینکڑوں کتابوں اور اوراق کو آگ لگا کر دل و جان کو محبوب کی طرف متوجہ کر۔''41

## سبق نمبر 7

میں خوب جانتا ہوں کہ بعض کم علم میری اس تقریر کو پڑھ کر یا سن کر رنجیدہ ہوں گے۔ لیکن اگر غور کر کے انصاف کی نظر سے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو خوب سمجھ جائیں گے ورنہ نفس کے پھندے میں پھنس جائیں گے۔ اے اللہ کے بندے غور کر کہ یہ اسباب کا جہان ہے، اس میں تُو جو چیز طلب کرے اس کے اسباب کی طرف متوجہ ہو، اللہ تعالیٰ اس پر نتیجہ مرتب کرے گا۔ اگرچہ ہر سبب اور مسبب میں حقیقی اثر (ڈالنے والا) اللہ جل شانہ ہی ہے اس کے بغیر اور کوئی تاثیر دینے والا نہیں۔ اور اگر کسی چیز میں مؤثر حقیقی بالذات سوائے اللہ جل شانہ کے تصور کیا جائے تو یہ شرک ہے۔

اَلْعَیَاذُ بِاللہِ۔

ترجمہ: ''اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

وہ ایک وحدہٗ لاشریک ہے اور ہر ایک سبب اور مسبب میں تاثیر ڈالنے والا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے ذاتِ باری تعالیٰ سے دور کرنے والے ہیں مگر تو معرفت (حاصل کرنے) کا پابند ہے۔ ان کے حجاب میں نہ پڑ بلکہ انہیں کچلتا ہوا مؤثرِ حقیقی (یعنی اللہ تعالیٰ) تک پہنچ جا۔ وہی سب حقیقتوں کی حقیقت ہے۔

البتہ پہلے اس قدر اسباب ضرور مہیا کرنے چاہییں جن سے تیری روح اور قلب بلکہ تمام بدن کو اللہ جل شانہ کی محبت اور معرفت کا شوق پیدا ہو، تاکہ جس امانت (کے اٹھانے کا) تو پابند ہے اس پر ذاتِ جامع صفات کا فیضان وارد ہو اور تیرے قلب میں داخل ہو کر تیرے دل کی جڑ کو نورِ ہدایت سے سرسبز کرے۔ اس کے نتیجہ

میں تجھے قرآنِ مجید اور حدیث شریف کے معنوں کی خوبصورت کیفیت حاصل ہو جائے گی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

اِنَّ الْاَمَانَۃَ تَنَزِّلُ فِیْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عِلْمُ الْکِتَابِ عِلْمُ السُّنَّۃِ۔

(کنزالعمال، جلد 3، صفحہ 60، حدیث نمبر 5490 اور النہایۃ، جلد 1، صفحہ 242؛ بحوالہ صحیح بخاری، فی الرقاق (35) و صحیح مسلم فی الایمان (230)، واحدہ/383)

ترجمہ: ''بے شک، پہلے امانت لوگوں کے دل کی جڑ میں اترتی ہے، پھر انہیں قرآن مجید سمجھ آتا ہے اور پھر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّت کا ادراک ہو جاتا ہے۔''

اے طالبِ مولیٰ یہی وہ امانت ہے جس کا ذکر قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَ مَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلاً۔ (الاحزاب، آیت:72)

ترجمہ: ''ہم نے یہ امانت آسمانوں، زمین، اور پہاڑوں کو پیش کی مگر انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا لیکن اُسے انسان نے اٹھالیا جو بڑا ظالم اور جاہل ہے۔''

اب اس میں سستی اور وعدہ خلافی نہ کر، ہوشیار ہو۔ فی الحقیقت یہ تیری ہی شان ہے کہ تُو اس امانت کا حق ادا کرے۔ مگر یقین کر کہ اس کی مٹھاس سے لذت اٹھانا کامل کی صحبت کے بغیر بہت مشکل ہے۔ یہ امانت اولیاء اور آئمہ الہدیٰ کے دلوں میں سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے۔ ان سے یہ امانت حاصل کر تا کہ وہ تیرے دل کی جڑ کو

ہرا کرے پھر تجھے قرآن مجید اور حدیثِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سمجھنے کا نیک علم حاصل ہو جائے گا۔ اولیاءِ کاملین کے قدموں کی خاک بننے اور ان کا پیروکار ہوئے بغیر اس امانت سے محروم رہے گا۔ جھگڑے میں عمر صرف کر کے دستِ تاسف ملتا ہوا اس دارِ فانی سے رخصت ہو جائے گا:

سدا دور دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

# سبق نمبر 9

## کاملوں کے آداب اور ان کی محبت

اب میں کاملوں کے آداب اور ان کی محبت جو قرآنِ پاک اور حدیث شریف سے ثابت ہے ان کا ذکر کرتا ہوں۔ کیونکہ اس امانت کا حصول کاملین کے ادب اور محبت پر موقوف ہے اس لیے اسے احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں:

لَعَلَّ اللّٰہَ یَنْفَعُ بِھَا الْمُؤْمِنِیْنَ۔

ترجمہ: ”شاید اللہ تعالیٰ اس سے مومنوں کو نفع پہنچائے۔“[41]

## فصل

اہل اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آداب بیان کرنے کے بارے میں:

سب سے پہلے خود اللہ جل شانہٗ نہایت فصاحت اور بلاغت کے ساتھ کمال ادب کی طرف لطیف اشارہ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (البقرہ، آیت:104)

ترجمہ: ''اے ایمان والو، لفظ رَاعِنَا مت کہو بلکہ اُنْظُرْنَا کہو۔ غور سے سنو، کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اس کی تفسیر میں دو روائتیں ہے۔ ایک ابونعیم رضی اللہ عنہ نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کرتے تھے:

رَاعِنَا یَارَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری رعایت کیجیے اور مطلب یہ ہوتا کہ جو کچھ ارشاد فرمائیں آہستہ اور وضاحت کے ساتھ فرمائیں تاکہ ہم اچھی طرح سمجھ لیں۔ ابن منذر رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ مومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کر کے رَاعِنَا اس وقت کہتے تھے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہوتا تھا۔ اس صورت میں رَاعِنَا مراعات سے امر مشتق ہوتا ہے۔

اس لفظ میں تین معنی برائی کے بھی پیدا ہوتے تھے۔ اول یہودیوں کی بولی میں گالی تھی۔ دوم اگر رعونت سے مشتق سمجھا جائے تو اس کے معنی ہیں نادان متکبر۔ تیسرے معنی میں راعی چرواہے کو کہتے ہیں اور رَاعِنَا کے معنی بنتے ہیں ہمارا چرواہا۔ یوں اس کے چار معنی تھے۔ مسلمان رعایت کے معنوں میں بولتے تھے اور برے معنی کی طرف دھیان نہ کرتے جبکہ یہودی برے معنی لے کر بولتے تھے۔ اللہ جل شانہ نے منع فرمادیا کہ رَاعِنَا لفظ ہی چھوڑ دو اور اس کی جگہ اُنْظُرْنَا کہا کرو۔ اُنْظُرْنَا اور رَاعِنَا جو رعایت کے معنی میں تو ایک ہیں مگر رَاعِنَا میں جو برے معنی تھے وہ اُنْظُرْنَا میں نہیں ہیں، اس لیے اُنْظُرْنَا کہا کرو۔ مطلب اس کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ جو لفظ برے اور نیک دونوں معنی میں ہو اور نیک معنی مراد لے کر بولا جائے وہ بھی ادب کے خلاف ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب میں ایسے لفظ اور معنی بولے جائیں کہ ان میں برے معنی کا احتمال بھی نہ ہو، تب تو ادب ہے ورنہ بے ادبی میں شامل ہے۔

# سبق نمبر 10

اللہ جل شانہ نے اس آیت شریفہ میں آپ کے صحابہؓ کو افعال و حرکات و سکنات کے بارے میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب تعلیم فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

(الحجرات، آیت:2)

ترجمہ: ”اے ایمان والو، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرتے وقت اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں اس کی خبر تک نہ ہوگی“۔

یعنی اس آیت شریفہ میں بندۂ مومن کو نہایت ہی ادب کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو، اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایسا عاجز اور مسکین کرو کہ اپنی آواز تک بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے وقت کرتے ہو۔ اس لیے کہ یہ ایک ایسی بے ادبی ہے کہ جس سے تمہارے سب اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

جاننا چاہیے کہ یہ انتہا درجہ کا ادب ہے اور یہ آیت اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب عقائد، اقوال اور افعال میں ادب ہو گا تب مومن فیضانِ نبوت سے بہرہ مند ہو سکتا ہے ورنہ فیضانِ نبوت حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ایسا ہی ادب ان لوگوں کا کیا جائے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب ہیں اور مسندِ ارشادِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اشاعت اور امانت کے جاری کرنے میں مشغول ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ان

(نائبین) کا ادب بھی اسی طرح کیا جائے گا جس طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کو تعلیم کیا گیا تب فیضان حاصل ہوگا۔ ورنہ اس فیضان سے محروم رہ کر لفظی بحث میں عمر گزار کے لذتِ ایمانی سے محروم ہی اس دارِ فانی سے رخصت ہو جائے گا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اولیائے کرام (اور انبیاء علیہم السلام) میں حفظِ مراتب کا لحاظ رکھے جس کی اب ضرورت ہے مگر طریقہ وہی رہے گا۔

## سبق نمبر 11

یہ ادب ایسی نعمت ہے کہ اگر خواب میں کیا جائے تو بھی نعمت ہے۔ (خواب میں) ادب کرنے والا بھی خوش نصیب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح میں منقول ہے کہ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقہ کا علم کمال درجہ کا عنایت فرمایا ہے، یہ کس عمل کے بدلے عنایت ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اوائل عمر میں جب قرآن مجید حفظ کیا تو بہت لوگ میری قرأتِ قرآنی سننے آتے تھے اور میں بھی شوق و ذوق سے تلاوت کیا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں کہ مجھے بھی تمہارے قرآن مجید سننے کا شوق ہے، قرآن سناؤ۔ میں نے حسبِ ارشاد پڑھنا شروع کیا۔ پڑھتے پڑھتے جب اس آیت پر پہنچا:

وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى۔ (طٰہٰ، آیت: 121)

ترجمہ: ''آدم (علیہ السلام) سے اپنے رب کی حکم عدولی ہوگئی، پس وہ راہِ راست سے ہٹ گیا۔''

تو میں نے یہ آیت چھوڑ دی اور اس سے آگے پڑھنے لگا۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا، اے بیٹا ٹھہر، پہلے ایک مسئلہ بتاؤ پھر پڑھنا۔ میں نے عرض

کیا کہ حضرت کیا مسئلہ ہے؟ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص قرآن مجید پڑھتا پڑھتا کچھ آئیتیں چھوڑ کر آگے جا کر پڑھنا شروع کرے تو اس کو گنہگار کہا جائے گا یا نہیں؟ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ یا حضرت وہ شخص بڑا سخت گنہگار ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تم نے کیوں یہ آئیتیں چھوڑ کر آگے پڑھنا شروع کیا؟ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضرت مجھے شرم آئی اور بے ادبی معلوم ہوتی تھی کہ میں آپ کے سامنے آپ کا حال پڑھوں۔ حضرت آدم علیہ السلام اس جواب سے خوش ہوئے اور مجھے سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے علمِ فقہ کی کنجیاں عنایت فرمائی ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے علم میں برکت دے۔ چنانچہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس خواب سے جب بیدار ہوا تو میرے قلب میں علم کی نہریں جاری تھیں اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہے اور دعا حضرت آدم علیہ السلام کے ادب کی وجہ سے وقوع میں آئی۔

ادب تا جیست از لطف الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

ترجمہ: ادب اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا ایک تاج ہے۔ اس تاج کو اپنے سر پر سجا اور جہاں چاہے چلا جا۔"41

## سبق نمبر 12

اس خاکسار نے جو یہ آئیتیں بیان کی ہیں یہ فقط نمونہ کے طور پر ہیں ورنہ اسلام سارا ہی ادب سے بھرا ہوا ہے۔ اگر غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ یہ امر واقعی درست اور بجا ہے۔ اس لیے اب ہم تھوڑی سی تفصیل ادب کی بیان کرتے ہیں کہ کس طرح کُل اسلام ادب سے بھرا ہوا ہے۔ اول اس طرف غور سے نظر کر کہ نماز دین کا

ستون ہے۔ جس نے نماز قائم کی اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز قائم نہ کی اس نے دین کو گرا دیا۔

اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ۔

ترجمہ: "اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"۔

نماز میں ذاتِ الٰہی کی حضوری کے لیے کس قدر ادب ہے کہ وہ ذات جس کے حضور میں تو حاضر ہونا چاہتا ہے وہ پاک ہے لہٰذا تو بھی اُس پاک کے پاس پاک ہو کر جا ورنہ حضوری میں منظوری نہ ہوگی۔ پہلے تمام بدن پاک کر، وضو کر، کپڑے بھی پاک پہن اور پاک جگہ پر کھڑا ہو، قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو، دل سے نیت کر، ہاتھ کان تک لے جا کر تکبیر کہہ، گویا کہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ میں ماسوائے اللہ سے بیزار ہوا۔ جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ فلاں کام سے میں نے کان پکڑا تو مراد اس سے بیزاری ہوتی ہے۔ پھر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو۔ فقط اسی پر اکتفا نہ کر بلکہ جس کے سامنے کھڑا ہے اب اس کی حمد و ثنا بیان کر۔ جب حمد و ثنا سے فارغ ہو تو بڑے خشوع و خضوع سے رکوع میں جھک۔ رکوع اور قومہ کے بعد ایسے طور پر سجدے میں جا جیسے کوئی مجرم بہت عاجزی سے حاکم کے پاؤں میں گر جاتا ہے، ایسے ہی تو بھی خشوع و خضوع سے حضورِ الٰہی میں اپنے مالک کے سامنے سجدہ میں گر۔ سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد التحیات میں بیٹھ۔ وہ نماز جو التحیات سے پہلے ادا کر چکا ہے اسے حضورِ الٰہی میں تحفہ رکھنے کا نام التحیات ہے۔ اب خیال کر کہ یہ بیٹھنا کیسا مؤدب ہے کہ کوئی عضو اس میں سست نہیں رہتا بلکہ ہر ایک عضو ہوشیار ہو کر حضورِ الٰہی کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ پھر کیا ہی خوش قسمتی ہو کہ ذاتِ الٰہی سے قَبِلْتُ [یعنی اے بندے میں نے تیری نماز قبول کی] کی ندا سنائی دے۔ اب یہ تمام حالتیں ادب کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

اگرچہ یہ ارکانِ اسلام ہیں مگر لباسِ ادب میں ادا کیے جاتے ہیں۔ باطنی

ارکان بھی اگرچہ پوشیدہ ہیں مگر وہ بھی لباسِ ادب میں ملبوس ہیں جیسا کہ قلب کو خطراتِ غیر سے پاک کرنا اور صرف ذاتِ الٰہی کی طرف دل لگانا۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، اخلاص یہ ہے کہ نماز اس طرح پڑھ کہ گویا تو خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تجھ میں یہ طاقت نہیں ہے تو یہی خیال کر کہ اللہ جلّ شانہٗ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اگر دونوں میں سے کوئی بات بھی تجھ میں نہ ہو تو جان لے کہ خلوص نہیں ہے۔

واضح ہو کہ یہ مسائل فقط اس لیے بیان کیے گئے ہیں تاکہ ناظرین یہ نہ کہیں کہ راقم نے یہ آداب کا مسئلہ اپنی طرف سے تراشا ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ آداب کا مسئلہ آیاتِ قرآنی سے ہے اور تمام ارکانِ اسلام میں ادب بھرا ہوا ہے۔ ہاں اس قدر فرق ضرور ہے کہ نماز میں آدابِ الٰہی ہیں اور امت پر آدابِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے بعد اہل اللہ کے بارہ میں مریدین کے آداب ہوں گے۔ یہ خیال ضرور رکھنا چاہیئے کہ آدابِ الٰہی میں بندہ کو شریک نہ کرے ورنہ شرک کا شائبہ ہو جائے گا۔ حفظِ مراتب کا خیال ضرور رکھنا پڑے گا۔

## سبق نمبر 13

### حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آداب

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جس طرح حبیبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آداب بجالاتے تھے اس کی بھی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب بیان ہونا ناممکن ہے کیونکہ آپ فقط انسانوں اور جنوں ہی کی طرف مبعوث نہ ہوئے تھے بلکہ ہر شجر، حجر اور ہر حیوان کی طرف تھے۔ اگر آداب بیان کیے جائیں تو کسی قدر بنی آدم یا جنات کے آداب بیان ہو سکتے ہیں اور جو آداب ان دونوں کے

علاوہ حجر اور شجر وغیرہم کی طرف سے وقوع میں آئے وہ بالکل بیان نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی جزیات کا احاطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادب کا یہ حال تھا کہ آنحضرت ﷺ اگر ناک مبارک سے رطوبت بھی ڈالتے تو ہر صحابی ہاتھ پھیلائے ہوتا تھا اور ہر ایک کی دلی خواہش ہوتی کہ یہ شرف اس کے ہاتھ کو حاصل ہو۔ چنانچہ اس رطوبت کو ہاتھوں ہاتھ لے لیتے اور اس سے برکت حاصل کرتے۔

ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے سر مبارک کے بال کتروائے تو ہر ایک صحابی انہیں لینے کا خواہشمند تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ مبارک سے خود تقسیم فرمائے۔

ایک اور روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خون نکلوایا اور ایک صحابی سے فرمایا کہ اسے کسی محفوظ جگہ میں دفن کر آؤ۔ اس صحابی نے لے جا کر خود پی لیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا تو عرض کیا کہ بہت عمدہ جگہ میں دفن کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کیسی جگہ ہے؟ عرض کیا کہ میں نے پی لیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کبھی پیٹ میں درد نہ ہوگا۔ چنانچہ یہ نشانی اس کی اولاد تک رہی کہ اس کی اولاد میں بھی کبھی (کسی کو) دردِ شکم نہیں ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابیؓ کو کفار نے اس بات پر بہت مارا کہ تو رسول اللہ ﷺ کے دین سے پلٹ جا اور اپنی زبان سے محبوبِ رب العالمین ﷺ کی شان کے خلاف کہہ۔ مگر اس صحابیؓ نے اس بات کو قبول تو کیا کرنا تھا اس طرف متوجہ بھی نہ ہوا گویا کہ اس نے یہ بات سنی ہی نہیں۔ جب کفار نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اسے کنوئیں میں لٹکا دیا اور اسے مارنے لگے۔ مگر اس عاشق رسول ﷺ نے اپنی زبان کو کلمۂ توحید پر ثابت قدم رکھا اور دلیری سے حضرت ﷺ کا ادب کیا اور اپنی زبان کو اسی پر حرکت دیتا رہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کچھ دیر کے بعد اسی حالت

میں واصل باللہ ہوا۔ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ وہ صحابیؓ اس حالت میں مارا گیا ہے تو فرمایا وہ آخرت میں سید الشہداء ہوگا۔

## سبق نمبر 14

ایک اور روایت ہے کہ ایک عورت جس کا نام سمیہ تھا، ابتدائے اسلام میں ایمان لے آئی تھی حالانکہ اس وقت مسلمان کفار کے خوف سے پوشیدہ رہتے تھے۔ سمیہ کے ایمان لانے کی خبر جب ابو جہل کو ہوئی تو جیسا کہ وہ اہلِ اسلام پر تشدد کیا کرتا تھا، اس نے سمیہ کو بلا کر بہت مارا تاکہ اسلام سے پلٹ جائے مگر سمیہ نہ مانی بلکہ اس کے سامنے اظہارِ اسلام کر دیا۔ ابو جہل اس بات سے بہت بھڑکا اور سمیہ کو سخت مارنا شروع کیا۔ جب سمیہ کے چوٹ لگتی تھی تو بجائے لفظ ہائے ہائے کے یہ لفظ منہ سے نکالتی: اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ یعنی میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب پر ایمان لائی۔ یہ سن کر وہ ناہنجار مزید چڑھا اور طرح طرح کی تکلیفیں دے کر مارنے لگا مگر وہ معصومہ ایمانی راحت میں محو ہو چکی تھی۔ وہ ہرگز اسلام سے نہیں پلٹتی تھی بلکہ وہ بار بار یہی کہتی کہ آگ میں جلنا قبول کروں گی مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے ہرگز نہ پھروں گی۔ جب اس لعین نے یہ سنا تو مارے غصہ کے ایک تیز نیزہ اس مرحومہ کی اندام نہانی میں ایسا مارا کہ وہ چیرتا ہوا سینہ سے حلق تک آ نکلا۔ اس وقت اس معصومہ کے منہ سے یہ آواز آئی:

وَرَبِّ الْكَعْبَةِ قَدْ فُزْتُ۔

ترجمہ: "کعبے کے رب کی قسم میں اپنے اصلی مقصود کو پہنچ گئی"۔

یعنی قید عنصریات سے خلاصی پا کر ظل نبوت سے واصل ہوتی ہوئی نورِ وحدت سے جا ملی۔ ایک راوی نقل کرتے ہیں کہ جب سمیہ کا سر کاٹنے لگا تو اس وقت یقین ہو گیا

تھا کہ سمیہ واصل باللہ ہو چکی ہے مگر اس وقت بھی سمیہ کے سر سے تین بار یہی آواز آئی:

وَرَبِّ الْكَعْبَةِ قَدْ فُزْتُ۔

قربان اے باادب عاشقانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! جان دے کر میدانِ عشق میں بازی جیت جانے والے جانبازوں کا ہی یہ کام ہے:

عاشقوں پر تیغ تیری تیز ہے

ملکِ الفت میں ترے خون ریز ہے

حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ عشق کی تعریف میں یہ اشعار فرماتے ہیں:

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما

ترجمہ: "اے ہمارے پیارے عشق اور ہماری جملہ بیماریوں کے طبیب! خوش آمدید۔"41

اے تو افلاطون و جالینوسِ ما

اے دوائے نخوت و ناموسِ ما

ترجمہ: "اے عشق تو ہمارے لیے افلاطون اور جالینوس ہے اور تو ہی ہمارے غرور اور تکبر کی دوا ہے۔"41

ہر کہ جامہ زعشقت چاک شد

او زکلی حرص و غیبت پاک شد

ترجمہ: "وہ خوش قسمت جس کا لباس تیرے عشق نے پھاڑ دیا، وہ ہر غیبت اور ہر بیماری سی پاک ہوگیا۔"41

اے بعض مردوں سے بہتر۔ میدانِ عشق میں ثابت قدم رہ کر بلند مقام طے کرتی ہوئی واصل باللہ ہونے والی:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ (البقرۃ، آیت:156)

## سبق نمبر 15

سفر السعادت میں حدیث شریف ہے۔ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحرا میں تشریف فرما ہوتے تو حشرات الارض یعنی زمین میں رہنے والے جانور محبت اور ادب کے مارے دامن پاک سے لپٹ جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چومتے۔ اسی طرح اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام درختوں کو بلاتے تو وہ جڑوں سمیت حاضر ہو جاتے۔ پتھریوں نے باوجود بے زبان ہونے کے کلمۂ شہادت پڑھ کر گواہی دی۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستونِ حنانہ کے ساتھ پشت مبارک لگا کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممبر پر وعظ فرمانے لگے اور پشت مبارک اس کے ساتھ نہ لگائی اور اسے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصل حاصل نہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں بہت رویا جیسا کہ چھوٹا شیر خوار بچہ رویا کرتا ہے۔ صحابہؓ کی کثیر جماعت نے اسے روتے ہوئے سنا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تسلی فرمائی۔

## سبق نمبر 16

خیال کر کہ کون سی ایسی چیز ہے کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نہ ہو اور کافروں کے سخت دلوں کے سوا ایسا کون سا جسم ہے جس پر نقش لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کا نقش نہ ہو گیا ہو۔ اس پر بھی بعض محققین نے یہ تقریر کی ہے۔ فی الحقیقت اگر انصاف کی نگاہ سے غور کیا جائے تو کفار اور مشرکین کا انکار حقیقت میں واقع نہیں ہوتا کیونکہ شرک اور کفر اور الحاد بوجوہ مستقل تو موجود ہی نہیں۔ اس لیے کہ اگر حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک موجود ہوتا تو شرک بھی واقع ہوتا۔ باری تعالیٰ کا شریک پایا جانا

ناممکن ہے یعنی ممتنع بالذات ہے (یعنی ذات باری تعالیٰ سے دور رکھنے والا ہے۔ 41)

کافر کا فعل جسے کفر کہا جاتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے۔ کافر وجودِ الٰہی کا منکر نہیں ہوتا بلکہ اسے اس قدر علم ضرور ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ضرور ہے۔ جس کی ہم عبادت کریں مگر اسے پہچان اور تقرر (ادراک) میں غلطی واقع ہو جاتی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اللہ جل شانہٗ بے مثل اور تمام صفاتِ کمالیہ کے ساتھ متصف ہے، اسے کوئی حالت منتظرہ نہیں۔ جبکہ کافر عقل کی خرابی اور وہم کے غلبہ کی وجہ سے کہیں بت کو، کہیں جن کو، کہیں دیوی کو، کہیں درخت وغیرہ کو معبود تصور کر لیتا ہے۔ یہ اس کی عقل کی خرابی ہے کہ وہ جوش جو اس کے قلب میں ذاتِ الٰہی کی عبادت کے لیے اٹھا تھا اب وہ مخلوقات میں سے کسی کو معبود بنا کر اسے سجدہ کرانے لگا، حالانکہ تمام مصنوعات (بنائی گئی چیزیں) اپنے بنانے والے کے معبود ہونے اور اپنی مصنوع اور مخلوق ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

اسی طرح الحاد (یعنی کفر)، ملحد (یعنی کافر) کا فعل ہے۔ ملحد (کافر) وہ شخص ہے جو وجودِ الٰہی کا منکر ہے۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ [اللہ کی پناہ مانگتا ہوں] یہ بات ظاہر اور باہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر شے پر دلالت کرتی ہے اور ہر شے کے لیے دلیل ہے۔ جیسا کہ فرمایا: هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ [ترجمہ: وہی (اللہ تعالیٰ) ظاہر بھی ہے اور پوشیدہ بھی۔ 41] اس جہان کا انتظام، مصلحت اور حکمت سے پُر ہونا للکار کر پکار رہا ہے کہ میں ایک ایسے حاکم کی مخلوق ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دراصل ان چیزوں کا وجود حقیقت میں واقع ہی نہیں ہے، یہ فقط ان کی عقل کی خرابی کی وجہ سے وہم و باطل خیالات میں مبتلا ہو گئے۔ کفار مریض کی طرح ہو گئے، جیسا کہ صفراوی بخار والے کا منہ کڑوا ہو جاتا ہے اور غلبۂ صفرا کی وجہ سے جو شے منہ میں ڈالے گا تو کڑوی معلوم ہو گی۔ یہاں تک کہ اگر چینی بھی منہ میں ڈالے تو

وہ بھی اسے کڑوی معلوم ہوگی حالانکہ اس کی مٹھاس کا وہ خود گواہ ہے۔ان مریضوں کے کہنے سے وہ حقیقت میں کڑوی نہیں ہوتی بلکہ اہلِ عقل وتمیز اس کے بارے میں یہی کہیں گے کہ یہ مریض ہیں اور ان کی قوتِ ذائقہ پر صفرا کا غلبہ ہوگیا ہے۔اب دانا اس کا علاج کریں گے خواہ وہ قے کرا دیں، خواہ مواد خارج کرنے کے لیے مسہل دیں، پچھنے لگائیں یا جیسی حکیم کی رائے ہو۔اسی طرح یہ کفار، مشرکین اور ملحدین کا گروہ خرابی عقل کے مرض اور جھوٹے وہموں میں مبتلا ہو کر نبوت کے منکر ہو گئے اور اپنے اصلی معبود کی جگہ مخلوق کو معبود بنا کر خَسِرَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةَ [دنیا اور آخرت میں گھاٹا پانے والے۔ 41] ہو گئے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے رسول ﷺ کو ان کی اصلاح کا حکم فرمایا، کہیں قتل سے، کہیں وعظ ونصیحت سے، کہیں قلبی توجہ سے۔(الحج، آیت:11)

## سبق نمبر 17

حقیقت میں نبوت ایسی سچائی ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا اور وہ اپنی شان و شوکت کی بنا پر ظاہر و باہر ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی معجزہ ہے اور سلیم الفطرت لوگ اس کی تصدیق کر کے اس کی اشاعت میں مشغول رہتے ہیں۔منکرین کا انکار بالکل مریض (کے انکار) کی طرح ہے لہٰذا ان کے انکار کا اعتبار نہیں کیونکہ یہ دیوانے ہیں اور کوئی اہلِ عقل دیوانے کی بات کا اعتبار نہیں کرتا۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا رَيۡبَ فِيۡهِ۔ (البقرہ، آیت:2)

ترجمہ: ”حقیقت میں میری کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں۔“

وہ منکرین جو عقل کی خرابی کی وجہ سے انکار کر رہے ہیں اگر علاج کرا کے صحت پا لیں تو جواہرِ اسلام سے منور ہوں گے ورنہ جہنم میں داخل ہو کر دین و دنیا کی

لعنت کے حقدار ہوں گے۔

حضرت محمد ﷺ کی نبوت سورج سے زیادہ منور اور روشن تر ہے اور ہر عقلمند اس سے فیضیاب ہوتا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ پتھریوں نے کلمۂ توحید کی شہادت دی۔ ظاہر ہے کہ کلمۂ توحید اور محمد الرسول اللہ ﷺ کے ادب میں ہر چیز سرگرم اور چوکس ہے۔ بلکہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ جنوں اور انسانوں کو چھوڑ کر بوٹیاں، پتھریاں اور حیوانات آپ کو سجدہ کرتے تھے۔ کسی درست عقل والے کو محمد الرسول اللہ ﷺ کی محبت اور نبوت میں تامل نہیں۔

ہم دوبارہ مطلب کی طرف آتے ہیں۔ اللہ جلّ شانہٗ نے ہر چیز کے ادب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ قرآنِ مجید کے ادب کے متعلق واضح ارشاد ہے:

لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ (الواقعہ، آیت:79)

ترجمہ: ''قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگائیں۔''

یعنی صرف وہ لوگ ہاتھ لگائیں جو وضو کر کے پاک ہو چکے ہوں۔ اگر کوئی شخص قرآن مجید کو بے وضو ہاتھ لگائے گا تو وہ دائرۂ ادب سے نکل جائے گا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے آداب کی طرف اشارہ فرمایا۔ اے ایمان والو، جب مسجد میں داخل ہو تو پہلے دایاں قدم رکھو اور یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

(مشکاۃ المصابیح، جلد 1، کتاب الصلاۃ؛ باب المساجد و مواضع الصلاۃ؛ فصل اول، صفحہ 149، حدیث نمبر 703)

ترجمہ: ''یا اللہ مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

یہ ادب تو فقط مسجد میں داخل ہونے کا ہے۔ جب مسجد کے اندر داخل ہو جائے تو تجھے چاہیے کہ مسجد میں داخل ہونے کے شکرانہ کے دو نفل پڑھے کیونکہ خدا تعالیٰ نے تجھے اتنی بڑی نعمت نصیب فرمائی ہے۔ ان دو نفلوں کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں یعنی مسجد کا تحفہ۔

اسی طرح وضو کا تحفہ، وضو کی نعمت کا شکریہ ہے۔ جب اہلِ ایمان وضو کرے تو تحیۃ الوضو کے دو نفل پڑھے۔ اگر جلدی ہو تو تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد پڑھے اور دونوں دوگانوں کی اکٹھی نیت کر لے۔ یعنی تحیۃ المسجد یا تحیۃ الوضو دو رکعت پڑھے لیکن اجر چاروں کا مل جائے۔ یعنی ان دونوں میں سے ایک دوگانہ پڑھے اور نیت اس میں دوسرے دوگانہ کی بھی کر لے اس طرح اسے دونوں دوگانوں یعنی چاروں رکعت کا ثواب ہو جائے گا۔ اسے عربی میں تداخل کہتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کا ادب کر۔ اس کا ادب یہ ہے کہ پہلے اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں استعمال کر۔ مثلاً اگر وہ پہننے والی چیز ہے جیسے کپڑا یا جوتا، اگر وہ پاک ہیں، تو انہیں پہن کر اللہ جل شانہ کے حضور دو نفل شکرانہ کے پڑھنے کے بعد کوئی اور کام کر۔ کیونکہ اس طرح تم نے مولائے حقیقی کو خوش کیا اس لیے اللہ تعالیٰ بھی تم پر راضی ہوگا اور وہ نعمت بھی اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں تیرے لیے دعائے خیر کرے گی۔

## سبق نمبر 18

کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرے۔ ایک دفعہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھانا آیا تو ایک چھوٹی لڑکی بسم اللہ شریف پڑھے بغیر جلدی سے کھانے میں ہاتھ ڈالنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک بدوی آیا وہ بھی بسم اللہ شریف پڑھے بغیر کھانے میں ہاتھ ڈالنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا اور فرمایا کہ بے شک جس کھانے میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر نہ کیا جائے اسے شیطان کھاتا ہے۔ تحقیق شیطان اس لڑکی کو لایا تھا تاکہ اس کے ساتھ کھانا کھائے لیکن میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر شیطان اس بدوی کو لایا تاکہ اس کے ساتھ کھانا کھائے لیکن میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں

میری جان ہے، بے شک اس وقت اس لڑکی اور بدوی کے ہاتھوں کے ساتھ شیطان کا ہاتھ بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ پھر بسم اللہ شریف پڑھی تب کھانا کھایا۔

ایک اور شخص نے کھانا کھایا اور بسم اللہ شریف نہ پڑھی۔ جب کھانا کھا چکا اور صرف ایک لقمہ باقی رہ گیا تب اس لقمہ کو منہ کی طرف اٹھاتے ہوئے اس نے پڑھا:

بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ۔

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد 2، کتاب الاطعمۃ؛ فصل ثانی، صفحہ 95، حدیث نمبر 4202)

ترجمہ: ''اس کھانے سے پہلے اور آخر میں بسم اللہ۔''

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلے تبسم فرمایا اور پھر تبسم کا سبب ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے پہلے بسم اللہ شریف نہیں پڑھی تو شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا۔ جب آخر میں اس نے بسم اللہ شریف پڑھی تو شیطان کے پیٹ میں جو کچھ تھا سب قے کر ڈالا۔ یہ حدیث ابوداؤد میں ہے۔

غور کر کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ان نعمتوں کے کس قدر آداب ارشاد فرمائے ہیں۔ انہیں نجاست اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ نہ ملا کیونکہ تجھے یہ نعمتیں احکم الحاکمین، ارحم الراحمین کی طرف سے عنایت ہوئی ہیں۔ جس عظیم سلطان، ہمیشہ سے احسان فرمانے والے، ہمیشہ نعمتیں عطا کرنے والے کی طرف سے یہ نعمتیں عطا ہوئی ہیں اس کا شکر ادا کر۔ انہیں پاک اور صاف کرنے کے لیے گناہوں اور شیطان کے خطرات سے دور رکھ۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بہت زیادہ کوشش کر اور مولیٰ محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت پر غور کر کہ آپ کی عادت مبارکہ میں کس قدر آدابِ الٰہی تھے۔

# سبق نمبر 19

تمام مخلوق پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب واجب ہے اور ہر چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب کرتی تھی، اس کے باوجود آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بہت ہی عظمت کیا کرتے

تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں تشریف لائے تو مٹی سے آلودہ ایک کھجور کی پھانک دیوار پر رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے خوب دھویا اور فرمایا کہ یہ نعمتِ الٰہی ہے اور اسے چوم کر آنکھوں پر رکھا۔ پھر فرمایا کہ جس گھر سے نعمت نفرت کر جائے پھر اس گھر میں نہیں آتی۔ ایسا ہی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک سے کھانے کے وقت اتفاقاً کوئی لقمہ گر جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے صاف کر کے کھا لیتے تھے۔ جب کھانا کھاتے تو کھانے کے بعد آپ انگلیوں مبارک سے برتن چاٹ لیا کرتے اور پھر اپنی انگلیوں کو بھی چاٹ لیا کرتے۔ چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح میں حدیث شریف وارد ہے:

مَنْ اَكَلَ فِیْ قَصْعَةٍ ثُمَّ لَحَسَهَا، تَقُوْلُ لَهُ الْقَصْعَةُ: اَعْتَقَكَ اللهُ مِنَ النَّارِ كَمَا اَعْتَقْتَنِیْ مِنَ الشَّيْطٰنِ۔

[رواہُ رزین]

(مشکاۃ المصابیح، جلد 2، کتاب الاطعمۃ، فصل ثالث، صفحہ 101، حدیث نمبر 4242)

ترجمہ: ”جس برتن میں کوئی شخص کھانا کھائے پھر اسے چاٹ لے تو برتن اس کے لیے دعا کرتا ہے کہ اللہ تجھے آگ سے ایسے خلاصی دے جیسی تو نے مجھے شیطان سے خلاصی دی۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کوئی نیا پھل آتا تو اسے چوم کر آنکھوں پر رکھ لیتے، کبھی بلا کر بچوں کو دے دیتے۔ بغیر کسی مجبوری کے چار زانوں بیٹھ کر یا تکیہ لگا کر کھانا کھانے سے منع فرماتے بلکہ ارشاد یہ ہے کہ کھانا کھاتے وقت کھانے کی طرف ذرا سا جھک کر کھانا کھائے۔ اسی طرح روٹی پر سالن کا برتن رکھنے سے منع فرمایا کیونکہ روٹی، سالن سے افضل ہے۔ ہر شخص کے ادب کرنے کا ارشاد فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا: وَلَمْ

يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد 2، کتاب الآداب، باب الشفقت والرحمت علی الخلق، فصل ثانی، صفحہ 213، حدیث نمبر 4970)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے سے بڑے کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں اور جو بڑا ہو کر چھوٹوں پر رحم نہیں کرے گا وہ بھی ہم میں سے نہیں۔] یہ مضمون حدیث شریف میں وارد ہے۔''

ایک اور جگہ منقول ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام ایک روز بازار میں چلے آرہے تھے کہ سامنے سے ایک سفید ریش یہودی لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے آتا دکھائی دیا۔ حضرت نے جب اسے دیکھا تو ادب سے کھڑے ہو گئے۔ جب اس سفید ریش یہودی کی نظر آپ پر پڑی اور اسے معلوم ہوا کہ آپ میرا ادب کرتے ہیں تو اس نے لکڑیوں کا گٹھا پھینک دیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا: اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میں تو آپ کے نزدیک کافر ہوں، آپ نے اس قدر میرا ادب کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نانا حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ جو اپنے سے بڑے کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ آپ مجھ سے بڑے اور سفید ریش ہو اس لیے میں تمہارے ادب کو کھڑا ہو گیا ہوں۔ جب اس یہودی نے آپ سے یہ کلام سنا تو اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ جب اسے دوسرے یہودیوں نے طعنہ دیا تو اس نے جواب دیا کہ ایسے ادب والے مذہب سے کون سا مذہب اچھا ہو گا جس کے ادب نے میرے دل سے کفر کو دور کر دیا ہے۔

## سبق نمبر 20

رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادب کرنے کی عادت دلوں میں تلوار اور نیزے سے زیادہ اثر پیدا کرتی تھی۔ سید المرسلین، رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہاں تک آداب کی

تعلیم فرمائی ہے کہ ایک دفعہ ایک یہودی نے بطور تمسخر ایک صحابی سے کہا، سنا ہے تمہارے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں، بھلا تمہیں پاخانہ بیٹھنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے؟ صحابی نے فرمایا کہ ہاں سکھایا ہے۔ پاخانہ بیٹھنے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ وَالْمُخْبِثِ۔

(مشکاۃ المصابیح، جلد 1، کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلاء، فصل اول، صفحہ 81، حدیث نمبر 337۔ اس حدیث میں وَالْمُخْبِثِ کا لفظ نہیں ہے۔)

ترجمہ: ''اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ مانگتا ہوں پلیدی سے اور پلید چیزوں سے اور پلید کرنے والی چیزوں سے۔''

یہ پڑھنے کے بعد بیٹھ کر بایاں پاؤں کھڑا کر کے اس پر اپنا بوجھ رکھے اور دایاں پاؤں دائیں طرف تھوڑا سا نکال دے۔ چنانچہ اس صحابی نے سمجھانے کی خاطر بیٹھ کر دکھلایا۔ اس جگہ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس کے سامنے ننگا ہو کر بیٹھا بلکہ اپنے کپڑوں سمیت اس طریقہ پر بیٹھ کر دکھلایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح تعلیم فرمائی۔

اے طالبِ مولیٰ، اگر تو اللہ جلّ شانہٗ کا وصل چاہتا ہے تو اقوال، افعال اور عادات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی کوشش کر بلکہ اس میں محو ہو جا۔ پھر اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو جائے گا اور تجھے اپنے ذکر کی توفیق عنایت فرمادے گا۔ جب اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمادے گا تو بے شک تیرے لیے مجاہدہ اور تزکیۂ نفس کا راستہ کھل جائے گا اور وصل کی تجلیات وارد ہونا شروع ہو جائیں گی۔

ایک بزرگ نے فرمایا، اس کی کیا وجہ ہے کہ اِس زمانہ میں اولیائے کرام کے تصرفات پہلے زمانہ کے اولیائے کرام جیسے نہیں رہے اور نہ ہی ویسی بلند ہمتیں ہیں جیسی کہ پہلے زمانے کے اولیائے کرام کی تھیں؟ پھر خود ہی اس کی وجہ بیان کی۔ یہ اس لیے ہے کہ پہلے زمانے کے اولیائے کرام میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

شریعت پر پختگی اعلیٰ درجہ کی تھی لہٰذا اسی قدر ان کے تصرفات بھی اعلیٰ درجہ کے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمتیں بھی اعلیٰ عطا فرمادی تھیں۔ اِس زمانہ میں شریعت پر پختگی اس قدر نہیں رہی اسی لیے اُدھر سے یہ کمی واقع ہوگئی۔

اب تو غور کر کہ افعال، اقوال اور عقائد میں کس قدر آداب بتائے جا چکے ہیں اور ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ اسلام کی ہر بات میں ادب رکھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں سے اسلام اور اسلام کے ارکان اور اللہ تعالیٰ کے وصل کا طریقہ حاصل ہوتا ہے اُن کا ادب سب سے پہلے اور سب ضرورتوں سے زیادہ ضروری ہے۔ ورنہ بے ادبوں کے رئیس شیطان کے زمرے میں داخل ہو کر دونوں جہانوں میں خسارہ پانے والا:

خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (الحج، آیت:11)

ترجمہ: ''دنیا اور آخرت میں گھاٹا پانے والا۔''41

ہو جائے گا۔

اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

## سبق نمبر 21

ایک بار پھر سن کہ اہل اللہ کا ادب بہت ہی ضروری۔ یہ نہایت ہی مضبوط حلقہ اور موٹی اور طاقتور رسی ہے لہٰذا تو ان کی صحبت اختیار کر اور ان سے محبت کر، کیونکہ یہ محبوبوں کا گروہ ہے۔ اگر کوئی شخص ان کی شان کے خلاف کچھ کہتا ہے تو غیرتِ خداوندی جوش میں آجاتی ہے۔ تُو اس آیت کے معنوں میں غور کر۔ جب لوگ شہداء کے بارے میں یہ کہنے لگے کہ بہت سے اصحاب مر گئے، تو شہداء کے بارے میں مرنے کا لفظ اللہ جل شانہٗ کو برا معلوم ہوا۔ جوش میں آ کر فرمایا:

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ يُّقۡتَلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ وَّلٰـكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ۔ (البقرہ، آیت:154)

ترجمہ: ''اے ایمان والو، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کیے گئے ہیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ تم سے زیادہ زندہ ہیں مگر تمہیں (ان کی زندگی کا) علم نہیں۔''

یعنی وہ شہداء اعلیٰ درجہ کی زندگی میں ہیں پھر تم انہیں مردہ کیوں کہتے ہو؟ تم مٹی اور پانی سے نکلا ہوا دنیا کا کھانا کھاتے ہو جبکہ شہید جنت کے سبز جانوروں کے پوٹوں میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتے، رنگارنگ کھانے کھاتے اور جس طرف چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ شہید کی طرح ولیٔ مقرب کو بھی موت نہیں آتی بلکہ وہ دنیا سے جنت کی طرف سفر کرتے ہیں جیسا کہ لڑکی اپنے باپ کے گھر سے خاوند کے گھر جاتی ہے تو وہ مرتی نہیں بلکہ وہاں اپنے گھر میں مستقل طور پر مالک ہو جاتی ہے اور اپنے گھر والی کہلاتی ہے۔

اب صاف معلوم ہو گیا کہ اولیاء اللہ کی شان کے خلاف کوئی لفظ کہنا خداوند تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے کیونکہ چھوٹے جہاد میں شہید ہونے والے کو مردہ کہنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے سے ایک درجہ بلند ہو گا۔ اسی کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔ جہادِ اکبر میں شہید ہونے والے مقرب ولیوں کی شان کے خلاف کہنے سے اللہ تعالیٰ شہیدوں کی نسبت زیادہ ناراض ہو گا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولیاء اللہ کو تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا ہے کہ ان سے کسی قسم کی عداوت یا بغض نہ رکھا جائے ورنہ اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہو گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ اٰذٰى لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد 1، کتاب الدعوات، فصل اول، صفحہ 423، حدیث نمبر 2266 اور کنز العمال، جلد 1، صفحہ 230،

حدیث نمبر 1157 میں حدیث اس طرح ہے: مَنْ اٰذٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدِ اسْتَحَلَّ مُحَارَبَتِیْ)

ترجمہ: ''جو شخص میرے ولی کو تکلیف پہنچاتا ہے وہ گویا میرے خلاف جنگ کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔''

اب سمجھ لو کہ ان سے بغض اور عداوت بعینہٖ اللہ تعالیٰ سے بغض اور عداوت رکھنا ہے۔ اسی لیے شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حب درویشاں کلید جنت است
دشمن ایشاں سزائے لعنت است

ترجمہ: ''درویشوں کی محبت جنت کی کنجی ہے اور ان کے دشمن لعنت کے حقدار ہیں۔''41

## سبق نمبر 22

اگر تو ان سے محبت اور ان کا ادب کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اسے تیرے لیے نجات کا باعث بنائے گا۔ تو کس غرور میں ہے؟ ان کا ادب تو آسمان کے فرشتے بھی کرتے ہیں۔ انہیں تو تیرے ادب کی ضرورت نہیں لیکن (ایسا نہ ہو کہ) تو بے ادبی کی وجہ سے خود ہی رحمت سے محروم رہ جائے۔ ذرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث تو سن:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ: لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ، وَ غَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ، وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ، وَذَکَرَ ھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنْ عِنْدَہٗ۔

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد 1، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ؛ فصل اول، صفحہ 423، حدیث نمبر 2261)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، جب کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے

بیٹھتے ہیں تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں ڈھک لیتی ہے اور ان پر سکون نازل کیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اس جماعت میں کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہے۔"

یعنی مقربین فرشتوں اور رسولوں کی پاک ارواح کی جماعت، صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اب غور کرو کہ یہ جماعت اللہ جلّ شانہٗ کے ہاں کتنی مقبول ہے۔ وہ احکم الحاکمین ہے، اپنی ذات میں بے نیاز ہونے کی وجہ سے اُسے کسی کی کچھ پرواہ نہیں، لیکن اس کے باوجود وہ اس گروہ کو اتنا دوست رکھتا ہے کہ اس کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور وہ خود اپنی مقرب جماعت میں ان کا ذکرِ خیر کرتا ہے۔ اے مخالف اللہ تعالیٰ کی کچھ تو شرم کر۔ فرشتے تو آسمان سے ان کے ادب کے لیے آئیں لیکن تو زمین میں ان کے پاس رہ کر بھی ان کی بے ادبی کرتا ہے؟ ارے واہ! خوش قسمت ہے وہ شخص جو اس گروہ کو دوست رکھتا ہے۔ کیونکہ جس گروہ سے اللہ جلّ شانہٗ کو سب سے زیادہ محبت ہے، اس گروہ کو دوست رکھنے اور اس سے خالص محبت کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ اس گروہ کے ساتھ ہی بخش دے گا۔ (یہاں تک کہ) اگر کوئی شخص ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہ بھی معاف فرما دے گا۔

❁❁❁❁

# باب اول

## سبق نمبر 22

### اہلِ ذکر کی فضیلت کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اجر کا مستحق وہی شخص ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو، اس کی نافرمانی سے ڈرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہایت ادب اور تعظیم سے کرتا ہو۔ ورنہ اجر کا مستحق نہ ہوگا بلکہ نافرمان اور بے تعظیم کے لیے اجر کے بجائے اور زیادہ وبالِ جان ہو جائے گا۔ ابن جریر نے سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے ضرور یاد کرتا ہے مگر مومن شخص کو اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحمت سے یاد کرتا ہے جبکہ کافر کو عذاب اور لعنت کے ساتھ یاد کرتا ہے۔

تمام مالی، مشکل بدنی عبادتیں جیسا کہ سونا اور چاندی خرچ کرنا اور کفار سے لڑنا خدا تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ ہیں (اور ذکر کرنا ان سب سے افضل ہے) اسی لیے ذکر اچھا اور اعلیٰ ہوتا ہے۔ (لہٰذا) ذکر مقصودِ اعلیٰ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا ہے:

اَنَا جَلِیْسُ مِنْ ذَکَرَنِیْ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، الجز 1، مصدر الکتاب موقع یعسوب، صفحہ 138)

ترجمہ: ''میں اس کا ساتھی ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ ذکر تمام عبادات اور طاعات کا خلاصہ ہے۔ ارکانِ اسلام کی ادائیگی کے بعد قرآن مجید کا پڑھنا ہر قسم کے ذکر سے افضل ہے۔ اس کے بعد کامل کی صحبت اور اس کی صحبت اور تلقین سے حاصل ہونے والا وہ ذکر (افضل ہے) جس کی وجہ سے روح اور بدن کو اللہ تعالیٰ کی طرف کشش حاصل ہو۔ پھر اس میں ہمیشگی کرے۔

قلبی ذکر خواہ نفی اثبات ہو یا اثبات مجرد یعنی اسم ذات جل جلالہٗ، استغراق میں بہت تیزی کرتا ہے۔ ایک بزرگ نے قلبی ذکر کی فضیلت میں یہ شعر فرمایا ہے:

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

ترجمہ: "اپنے اندر (یعنی دل) سے آشنا ہو اور اپنے ظاہر (یعنی نفس) سے بیگانہ ہو۔ یہ خوبصورت طریقہ ہم نے جہاں میں بہت کم دیکھا ہے۔"41

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ (العنکبوت، آیت:45)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی شان والا ہے۔"

حصن حصین میں حدیث وارد ہے:

مَا صَدَقَةٌ اَفْضَلُ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

(حصن حصین صفحہ 20؛ کنز العمال، جلد 1، صفحہ 422، حدیث نمبر 1804)

ترجمہ: "کوئی صدقہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بہتر نہیں۔"

طبرانی نے اوسط میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صدقہ ایسے مال کو کہتے ہیں جس کے خرچ کرنے میں ثواب کی امید ہو۔ (صدقہ کا اجر صرف اُن لوگوں کو مل سکتا ہے جن کے پاس دولت ہے، غریب لوگ یہ ثواب حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا) خدا تعالیٰ نے اس حدیث میں صبر کرنے والے غریبوں کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ صدقہ کی جگہ ذکر کو استعمال کر سکتے ہیں (صدقہ والا ثواب ذکر کر کے کما سکتے ہیں) کیونکہ ذکر کرنے والے کے لیے ثواب اور قربِ الٰہی سب سے بڑھ کر ہے۔

سفیان بن عینیہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا ہے،

میں نے اپنے بندوں کو ایک ایسی چیز دی ہے کہ اگر میں جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کو دیتا تو یقیناً بہت بڑی نعمت دیتا۔ وہ نعمت جو بندوں کو دی گئی ہے وہ یہ ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ ۔ (البقرہ، آیت: 152)

ترجمہ: ''(اے میرے بندو،) تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا''۔

احیاء العلوم میں ثابت بنانی سے نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا، میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ پروردگار تعالیٰ مجھے کس وقت یاد کرتا ہے۔ دوستوں نے حیران ہو کر پوچھا کہ تم کیسے جانتے ہو؟ تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ جس وقت میں اسے یاد کرتا ہوں وہ بھی مجھے اسی وقت یاد کرتا ہے۔

شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضورِ قلب کی ہمیشگی کے ساتھ غفلت اور بھول سے چھٹکارا پائے اور زبان و دل کے ساتھ خدا تعالیٰ کا نام لے۔ افضل یہ ہے کہ دل اور زبان دونوں سے ذکر کرے، اور اگر ایک سے کرے تو دل کے ساتھ ذکر کرنا افضل ہے۔ شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی کہا ہے۔

## سبق نمبر 23

ذکر جلالہ یعنی اسم ذات کا ذکر کرنا یا صفاتِ الٰہی میں سے کسی صفت کا ذکر کرنا یا احکامِ الٰہی میں سے کسی حکم کا ذکر کرنا یا افعالِ الٰہی میں سے کسی فعل کا ذکر کرنا سب برابر ہیں۔ پس اللہ کے ذکر میں بولنے والا ذاکر ہے۔ جو شخص خالص اللہ کے لیے فتویٰ دیتا ہے یا خالص اللہ کے لیے علمِ دین پڑھاتا ہے یا خالص اللہ کے لیے وعظ سناتا ہے یہ سب علیٰ اختلافِ مراتب ذاکر ہیں۔

جو شخص اہلِ ذکر کی مدد کرتا ہے وہ بھی ذاکر ہی ہے بلکہ ایک حیثیت سے (ذاکر کا) مددگار ذاکر سے اعلیٰ ہے۔ اہلِ ذکر کا جو مددگار دل و جان سے محبتِ الٰہی کی

اشاعت میں کوشش اور مدد کرتا ہے اس کا اجر اور ثواب ذاکر سے بھی زیادہ ہوگا۔ البتہ ذاکر کو وصل اور قربِ الٰہی زیادہ ہوتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا مَلْعُوْنَۃٌ اِلاَّ ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالاَہٗ۔

(کنز العمال، جلد 3، صفحہ 186، حدیث نمبر 6084 اور ترمذی، ابواب الزہد باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللہ حدیث نمبر 2323 میں اس طرح ہے اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلاَّ ذِکْرَ اللّٰہِ وَمَا وَالاَہٗ وَعَالِمًا وَمُتَعَلِّمًا)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے ذکر اور ذکر سے تعلق رکھنے والوں کے علاوہ (ساری) دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔“

جاننا چاہیے کہ وہ ذکرِ الٰہی جو فرائض (نماز وغیرہ) کے علاوہ ہے اس کے لیے کوئی خاص مقام اور وقت مقرر یا معین نہیں ہے بلکہ ہر حالت میں ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا چاہیئے خواہ بیٹھا ہو، چلتا ہو، خوشی میں ہو، غمی میں ہو، کسی حالت میں بھی یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر حالتِ جنب میں ہو تب بھی ذکرِ قلبی سے غافل نہ ہو۔ کیونکہ دل کی طہارت ذکرِ الٰہی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (الرعد، آیت:28)

ترجمہ: ”خبردار، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں دلوں کا سکون حاصل کرو۔“

ہر دم خدا را یاد کن دلہائے غمگیں شاد کن

ترجمہ: ”ہر وقت خدا کو یاد کر اور اس طرح غمگین دل کو شاد و آباد کر۔“41

مشغول شو در ذکرِ ھو بلبل صفت فریاد کن

ترجمہ: ”ہر وقت ذکرِ ھو میں مشغول رہ اور بلبل کی مانند فریاد کرتا رہ۔“41

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ذاکر کی مثال کئی طریقوں سے ارشاد فرمائی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث وارد ہے:

عَنْ مَالِكٍ، قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: ذَاكِرُ اللهِ فِي الْغَافِلِيْنَ كَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِّيْنَ، وَذَاكِرُ اللهِ فِي الْغَافِلِيْنَ كَغُصْنٍ اَخْضَرَ فِيْ شَجَرٍ يَّابِسٍ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: مِثْلُ الشَّجَرَةِ الْخَضْرَآءِ فِيْ وَسَطِ الشَّجَرِ، وَذَاكِرُ اللهِ فِي الْغَافِلِيْنَ مِثْلُ مِصْبَاحٍ فِيْ بَيْتٍ مُّظْلِمٍ، وَّذَاكِرُ اللهِ فِي الْغَافِلِيْنَ يُرِيْهِ اللهُ مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ حَيٌّ، وَذَكِرُ اللهِ فِي الْغَافِلِيْنَ يُغْفَرُ لَهٗ بِعَدَدِ كُلِّ فَصِيْحٍ وَّاَعْجَمَ وَالْفَصِيْحُ: بَنُوْ اٰدَمَ، وَالْاَعْجَمُ: الْبَهَائِمُ۔

(رواہ رزین)

(مشکاۃ المصابیح، جلد 1، کتاب الدعوات؛ باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، الفصل الثالث، صفحہ 427، حدیث نمبر 2282و2283)

ترجمہ: ”تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ غافل لوگوں میں جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کفار کے ساتھ جہاد کے وقت لوگ بھاگ نکلیں اور وہ اکیلا خالص اللہ کے لیے کافروں سے لڑتا رہے۔ یعنی جیسا کہ جہاد سے بھاگنے والوں کے پیچھے کفار کے ساتھ لڑنے والا ہے ایسا ہی ذکر نہ کرنے والوں میں ذکرِ الٰہی کرنے والا ہے۔ پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکرِ الٰہی کرنے والے کی فضیلت میں ایک اور مثال بیان فرمائی۔ غافلوں میں ذکرِ الٰہی کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ سوکھے درخت میں ایک سبز شاخ۔ ایسا ہی ذکرِ الٰہی نہ کرنے والے مردہ

ہیں اور ذکرِ الٰہی کرنے والے زندہ اور سرسبز۔ ایک روایت میں
ذکرِ الٰہی کرنے والے کی مثال اس طرح بیان فرمائی ہے کہ جیسے
سوکھے درختوں میں ایک سبز درخت۔ پھر حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
نے ایک اور مثال فرمائی۔ غافلوں کے درمیان ذکر کرنے
والے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ اندھیرے گھر میں چراغ روشن ہو
جس کی روشنی سے اندھیرا دور ہوتا ہو۔ پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں ذکرِ الٰہی کرنے والے کو اپنے ذکر کا
اجر معلوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ غافلوں میں ذکرِ الٰہی
کرنے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کا گھر اسے زندگی میں ہی
دکھا دیتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ذکر کرنے والا گنہگار ہو تب بھی
ذکرِ الٰہی کی وجہ سے اس کے بے انتہا گناہ بھی بخش دیتا ہے۔ جیسا
کہ فرمایا، غافلوں میں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کے گناہ اگر
آدم علیہ السلام کی اولاد اور چارپایوں کی تعداد کے برابر ہوں تب بھی
اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔"

یعنی اگر اس کے گناہ اس قدر زیادہ ہوں پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ
معاف فرما دیتا ہے۔

## سبق نمبر 24

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو پہلی مثال بیان فرمائی کہ غافلوں میں ذکرِ الٰہی کرنے
والا ایسا ہے جیسا کہ جہاد سے بھاگنے والوں کے پیچھے کفار سے لڑنے والا تو گویا ذکرِ الٰہی
کرنے والا شیطان کے لشکر سے جنگ کر کے اُسے بھگا دینے والا ہے۔ اور جو جماعت ذکرِ

الٰہی نہیں کرتی اسے شیطان نے ان پر غالب ہو کر اور قہر کے ساتھ بھگا دیا ہے۔

ذکرِ الٰہی کرنے والے کی جو مثال سبز باغ کے ساتھ دی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سبز شاخ پھل پھول دینے کے قابل ہوتی ہے ایسے ہی ذکر کرنے والا بھی جنت اور دیدارِ الٰہی کے قابل ہوتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا وہ سوکھی شاخ کی طرح ہے۔ جس طرح سوکھی شاخ جلنے کے قابل ہے اور جلتے وقت اسے دیر نہیں لگتی اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرنے والے لوگ دوزخ کی آگ کے لیے تیار ہیں۔

ذکرِ الٰہی کرنے والے کی جو مثال چراغ کے ساتھ دی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی کرنے والا اپنے آپ کو ذکرِ الٰہی سے روشن اور منور کرتا ہے اور اس ذکر کی روشنی سے جنت سے روکنے والی چیزوں کو دور کرتا ہے اور خود ان سے بچتا رہتا ہے اور جنت کی طرف لے جانے والی چیزیں حاصل کرتا ہے۔ اور وہ لوگ جو ذکرِ الٰہی نہیں کرتے گویا اندھیرے میں پڑے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے نقصان دہ چیزوں سے بچ نہیں سکتے خواہ اندھیرے میں سانپ کاٹے یا بچھو۔

ذکرِ الٰہی کرنے والا جو اپنا گھر جنت میں دیکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مکاشفہ کے طور پر دکھا دیتا ہے یا یہ کہ مرتے وقت جب رحمت کے فرشتے اترتے ہیں تو وہ معلوم کر لیتا ہے کہ جنت کے ملائکہ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ (فصلت، آیت:30)

ترجمہ: ”جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ نہ خوف کرو اور نہ غم کیونکہ تمہیں اس جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا

گیا ہے۔"

اب واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے وصل اور رضائے الٰہی کا اصل اصول ذکرِ الٰہی ہے۔ اگر ذکر کو مضبوط پکڑ لے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے باقی احکامِ اسلام کی ادائیگی کی توفیق خود بخود عنایت ہو جائے گی۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

عَنْ عَبْدُاللہِ بْنِ یُسْرٍ: اَنَّ رَجُلاً قَالَ: یَارَسُوْلَ اللہِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ: "لَایَزَالُ لِسَانُكَ رَطَبًا مِّنْ ذِکْرِ اللہِ"

(ترمذی، جلد 5، صفحہ 126، حدیث نمبر 3435۔ ابن ماجہ جلد 2، صفحہ 1246، حدیث نمبر 3793۔ مشکاۃ المصابیح، جلد 1، کتاب الدعوات، صفحہ 426، حدیث نمبر 2279)

ترجمہ: "تحقیق ایک آدمی نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے اوپر اسلام کے احکام بہت زیادہ ہو گئے ہیں، ایسی مختصر چیز ارشاد فرمائیے کہ میں اسے مضبوط پکڑوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ تر رکھو۔"

یہاں احکامِ اسلام سے مراد اسلام کی علامتیں ہیں مثلاً نوافل وغیرہ جو بظاہر فرائض وغیرہ کے مقابلے میں اتنی زیادہ ہوگئی ہیں کہ اُن سب کا ادا کرنا میرے لیے ممکن نہیں۔ مزید یہ کہ اگر ان میں سے کچھ کو ادا کروں تو پریشان ہوتا ہوں کہ ان میں سے کونسی عبادت افضل ہے جسے اختیار کروں۔ حضرت رسولِ خدا ﷺ نے خلاصہ ارشاد فرمایا کہ اصل اصول اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جس کے ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ باقی تمام احکام کی ادائیگی کی توفیق عنایت فرما دیتا ہے یعنی وہ آسانی سے ادا ہونے لگتی ہیں۔ حدیث مبارک میں "تیری زبان سے" کے جو الفاظ بیان ہوئے ہیں یہ اشارہ ہے زبان کی سہولت، آسانی اور روانگی کی طرف، خواہ وہ دل کی زبان سے ہو خواہ منہ کی زبان سے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کی عبادتیں تو بہت ہیں مگر افضل یہ ہے کہ مومن کی زبان (ہر وقت) ذکرِ الٰہی سے زبان تر رہے۔

# سبق نمبر 25

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے حدیث شریف مروی ہے:

عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ كَلَامِ ابْنِ اٰدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهٗ، اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيٌ عَنْ مُّنْكَرٍ، اَوْ ذِكْرُ اللهِ"

(مشکاۃ المصابیح، جلد 1، کتاب الدعوات؛ باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، فصل ثانی، صفحہ 426، حدیث نمبر 2275)

ترجمہ: "حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرنے، برے کاموں سے منع کرنے اور ذکرِ الٰہی کرنے کے علاوہ اولادِ آدم کے تمام کلام بیکار ہیں۔] یہ حدیث اس مسئلہ میں بیان ہوئی ہے کہ زبان کو اللہ تعالیٰ کے (ذکر کے) علاوہ دوسری باتوں میں نہیں لگانا چاہیئے کیونکہ (ذکر کے علاوہ دوسری باتیں) اولادِ آدم کو بہت نقصان پہنچاتی ہیں۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ زبان خدا تعالیٰ کے ذکر ہی میں جاری ہو تو فائدہ مند ہے ورنہ اس کا نقصان بہت ہی تکلیف پہنچانے والا ہے۔"

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکرِ الٰہی کے علاوہ زیادہ باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ

ذِکْرِ اللهِ، فَاِنَّ کَثْرَۃَ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللهِ قَسْوَۃٌ لِلْقَلْبِ، وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ۔

(ترمذی، جلد 4، صفحہ 525، حدیث نمبر 2411؛ مشکاۃ المصابیح، جلد 1، کتاب الدعوات صفحہ 426، حدیث نمبر 2276)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ کلام نہ کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ دوسری باتیں کرنا دل کی سختی کا باعث ہے اور سخت دل والا اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہوتا ہے۔''

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر زیادہ باتیں کرنا دل کو مار دیتا ہے اور دل کو انوارات الٰہی کے لائق نہیں رہنے دیتا۔ چنانچہ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

دل ز پر گفتن بمیرد در بدن
گرچہ گفتارش بود دُر عدن

ترجمہ: ''زیادہ باتیں کرنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے اگرچہ وہ باتیں (قیمت میں) عدن کے موتی ہی کیوں نہ ہوں۔''41

یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ جو کلام کیا جائے خواہ وہ دنیا کے بارے میں کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، اس کی کثرت دل کو مار دیتی ہے۔ (اللہ کی) پناہ، پھر پناہ۔ ذکر ہر حالت میں لازم پکڑ کیونکہ ذکرِ الٰہی کرنے والا زندہ ہوتا ہے اور ذکرِ الٰہی نہ کرنے والا مردہ:

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَایَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ"

(مشکاۃ المصابیح، جلد 1، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، فصل اول، صفحہ 423، حدیث

نمبر 2263)

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص جو اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہے اور دوسرا وہ جو اپنے پروردگار کا ذکر نہیں کرتا ان دونوں میں زندہ اور مردہ کا فرق ہے۔"

حاصل کلام یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی ذاکر کے دل کی زندگی ہے۔ جب وہ ذکرِ الٰہی سے اپنی زندگی کو بہرہ مند کر لیتا ہے تو وہ زندہ ہے کیونکہ اس نے زندگی سے نفع پایا۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرنے والا اپنی زندگی میں اپنے عمل سے فائدہ نہیں اٹھاتا کیونکہ وہ مردے جیسا ہے۔ جس طرح مرنے کے بعد انسان کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور اب وہ جتنے بھی عمل کرے اسے کچھ فائدہ نہیں دیتے، ایسے ہی زندگی نے اسے کچھ فائدہ نہیں دیا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زندگی آمد برائے بندگی　　زندگی بے بندگی شرمندگی

ترجمہ: "زندگی، بندگی کے لیے دی گئی ہے۔ جو زندگی، بغیر بندگی کے ہو باعث شرمندگی ہے۔" 41

ایک اور بزرگ زندگی کے معنی میں لکھتے ہیں:

زندگانی نتواں گفت حیاتی کہ مراست
زندہ آن ست کہ بادوست وصالے دارد

ترجمہ: "زندگی وہ نہیں جو ہمارے پاس ہے۔ بلکہ زندہ وہ ہے جسے اپنے دوست کا وصل حاصل ہے۔" 41

## سبق نمبر 26

زندگی میں (ہمیشہ) ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنے والے کی موت بھی ذکرِ الٰہی

میں ہی آتی ہے اور حشر میں بھی ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے اٹھے گا۔ ان معنوں میں حصن حصین میں یہ حدیث وارد ہے:

كَمَا تَعِيْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَ كَمَا تَمُوْتُوْنَ تُحْشَرُوْنَ.

ترجمہ: ”جس عمل پر زندگی گزارو گے اسی پر موت آئے گی اور جس عمل پر مرو گے (قیامت کے دن) اسی پر اٹھائے جاؤ گے۔“

اس سے واضح ہوگیا کہ دنیا میں جس عمل پر ہمیشگی کرو گے اسی پر موت آئے گی۔ وہ انسان کتنا خوش قسمت ہے جس کی زندگی ذکرِ الٰہی میں گزرے، ذکرِ الٰہی میں ہی اس کی موت آئے اور اسی پر اس کا حشر ہو۔ اس لیے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوْصِنِيْ قَالَ عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ مَا اسْتَطَعْتَ وَاذْكُرِ اللهَ عِنْدَ كُلِّ حَجَرٍ وَّ شَجَرٍ وَّ مَا عَمِلْتَ مِنْ سُوْءٍ فَاَحْدِثْ لِلّٰهِ فِيْهِ تَوْبَةً اَلسِّرُّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةُ بِالْعَلَانِيَةِ.

(الجامع الصغیر، جلد 2، صفحہ 340، حدیث نمبر 5496۔ کنز العمال، جلد 15، صفحہ 826، حدیث نمبر 43283، بحوالہ مسند احمد، کتاب الزہد؛ طبرانی المعجم الاوسط)

ترجمہ: ”میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جہاں تک تجھ میں طاقت ہے تقویٰ اختیار کر۔ ہر پتھر اور ہر درخت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ذکر کر۔ جب کوئی گناہ یا غفلت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی برائی اور گناہ سے خالص توبہ کر، خواہ وہ گناہ پوشیدہ ہو یا ظاہر۔“

یہ حدیث طبرانی نے نقل کی ہے۔تقویٰ کے معنی حدودِ الٰہی کی حفاظت کرنا اور اس کے (ساتھ کیے گئے) وعدوں کو وفا کرنا ہے۔تقویٰ کی کئی قسمیں ہیں، ہر قسم اپنے مرتبہ کے مطابق شایانِ شان ہے۔ ہر پتھر اور ہر درخت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے مقامِ مشاہدہ کی طرف اشارہ ہے۔یعنی جو چیز دیکھی (اور محسوس کی) جا سکتی ہے وہ اُسی کی قدرتِ کاملہ سے پیدا ہوئی ہے اور اس کا بنانے والا ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا میں کوئی بھی کام مکمل کرنے کے بعد اُس سے فارغ ہو سکتا ہے مگر ذکرِ الٰہی ایسی شے ہے کہ آخری دم تک اس سے فارغ نہیں ہو سکتا بلکہ بندہ یہ خیال کرے کہ میں پیدا ہی ذکرِ الٰہی کے لیے ہوا ہوں اور تمام زندگی مجھے اسی میں خرچ کرنی ہے۔جب یہ تصور کر لے تو ذکرِ الٰہی اس کی غذا ہو جائے گی۔پھر اسے کسی وقت بھی اپنے اللہ کے علاوہ کسی سے بات کرنے کی فرصت نہ ہو گی اور وہ ہر حالت میں اپنے اللہ کا ہم جلیس یعنی ساتھی ہو جائے گا۔اب اس آیت کا پورا حق ادا کرے گا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ (الذریات، آیت:56)

ترجمہ: "اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو فقط اس لیے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کریں۔"

## سبق نمبر 27

اہلِ ذکر کی فضیلت سخی سے زیادہ ہے، جیسا کہ حدیث شاہد ہے:

لَوْ اَنَّ رَجُلاً فِيْ حِجْرِهٖ دَرَاهِمُ يُقَسِّمُهَا، وَاٰخَرُ يَذْكُرُ اللّٰهَ كَانَ الذَّاكِرُ لِلّٰهِ اَفْضَلُ۔

ترجمہ: "(اگر دو آدمی ہوں جن میں سے) ایک کی گود میں درہم ہوں جنہیں (وہ لوگوں میں) بانٹتا پھرتا ہو مگر ذکر نہ کرتا ہو۔ دوسرا آدمی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو لیکن درہم نہ بانٹتا ہو۔ (ان دونوں میں سے) خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ذکر کرنے والا اس درہم بانٹنے والے سے افضل ہے۔"

(الجامع الصغیر، صفحہ 404، حدیث نمبر 7412، (عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی) بحوالہ طبرانی المعجم الاوسط)

یہ اس لیے ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کا ذکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کا ذکر کرنا بندے کے حق میں ہر چیز سے افضل ہے۔ اب تمہیں اہلِ دنیا کی وقعت اور شان و شوکت دیکھ کر یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ خدا کے نزدیک یہ لوگ قیامت کے دن بھی خدا کے دوست اور اعلیٰ عزت والے ہوں گے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہلِ ذکر ہی کی عزت اور عظمت ہوگی۔ یہ دنیاوی شان و شوکت چونکہ غفلت اور تکبر کا سبب ہے اس وجہ سے اہلِ دنیا ذلیل اور خوار ہوں گے۔

اس مضمون کی گواہی یہ حدیث دے رہی ہے جو ابن حبان رضی اللہ عنہ طبرانی ابویعلی نے نقل کی ہے:

یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ سَیَعْلَمُ اَھْلُ الْجَمْعِ اَلْیَوْمَ مَنْ اَھْلُ الْکَرَمِ. فَقِیْلَ مَنْ اَھْلُ الْکَرَمِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ اَھْلُ مَجَالِسِ الذِّکْرِ فِی الْمَسَاجِدِ.

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، المجلد الثانی، صفحہ 93۔ مسند ابویعلی الموصلی: الجزء الثانی، صفحہ 313، حدیث نمبر 1046 و 1403)

ترجمہ: "غالب اور بزرگ (و برتر) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صاحب جمع

یعنی قیامت کے دن والے عنقریب جان لیں گے کہ کون لوگ بزرگی، عزت اور اکرام کے لائق ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ انعام اور بخشش کرے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کون لوگ بزرگی والے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسجدوں میں ذکر کی محفلیں سجانے والے۔"

یعنی وہ لوگ جو دنیا اور بازارِ دنیا کو ترک کر کے مسجدوں میں خدا کے ذکر میں مشغول ہیں۔

پس اگر کم عقل لوگ اہل اللہ کی ظاہری مسکینی یا غربت کی حالت کی بنا پر ان کی عزت نہ کریں یا پشت پیچھے ان کی غیبت اور عیب جوئی کریں اور امراء کی شان و شوکت دیکھ کر خیال کریں کہ وہ آخرت میں بھی ایسے ہی وقعت اور بزرگی والے ہوں گے تو یہ حدیث اس کی تردید کر رہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہلِ ذکر کی عزت ہے۔

مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی شیطان کے وسوسوں کو بھی دور کرتا ہے۔ اس کے بیان میں ابن ابی شیبہ نے حدیث نقل کی ہے:

مَا مِنْ آدَمِيٍّ اِلاَّ لِقَلْبِهٖ بَيْتَانِ فِيْ اَحَدِهِمَا الْمَلَكُ وَفِي الْاٰخِرِ الشَّيْطٰنُ فَاِذَا ذَكَرَا اللهَ خَنَس وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ وَضَعَ الشَّيْطٰنُ مِنْقَارَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ وَوَسْوَسَ لَهٗ۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب ذکر اللہ عز و جل، جزء 8، صفحہ 44 بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: "ہر آدمی کے دل میں دو مکان ہیں۔ ان میں سے ایک مکان میں فرشتہ ہوتا ہے جو اچھی باتیں اور خدا کا ذکر (اس کے دل میں) الہام کرتا ہے اور دوسرے میں شیطان ہے جو برائی،

وسوسے اور غفلت ڈالتا ہے۔ پس جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان اس کے دل میں اپنا منہ رکھتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے۔ جب تک بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا، شیطان کا آدمی کے ساتھ یہی حال رہتا ہے۔"

# سبق نمبر 28

## ذکرِ الٰہی کے فائدے

واضح ہو کہ ذکرِ الٰہی کے فائدے تو بہت ہیں جو بیان نہیں ہو سکتے لہٰذا مختصر بیان کیے جاتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اہلِ ذکر سے محبت ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ہر چیز میں ان کی محبت ڈال دیتا ہے۔ (یہاں تک کہ) جہاں بیٹھتا ہے وہ زمین بھی خوش ہوتی ہے، جس راستہ پر چلتا ہے وہ راستہ بھی خوش ہوتا ہے، جس فرش پر سوتا ہے وہ فرش بھی خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ طبرانی نے حدیث نقل کی ہے:

اِنَّ الْجَبَلَ یُنَادِیُ الْجَبَلَ بِاِسْمِهٖ اَیْ فُلَانُ هَلْ مَرَّبِكَ اَحَدٌ یَّذْکُرُ اللهَ فَاِذَا قَالَ نَعَمْ اِسْتَبْشَرَ۔

(شعب الایمان للبیہقی، جزئ 2، صفحہ 107، المصدر للکتاب: موقع جامع الحدیث، المعجم الکبیر للطبرانی، جزء 8، باب 2، صفحہ 1، المصدر للکتاب: ملفات وورد علی ملتقی اہل الحدیث)

ترجمہ: "تحقیق ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو اس کا (مشہور) نام لے کر پکارتا ہے (جیسا کہ جبل احد وغیرہ) کہ کیا (آج) تجھ پر کوئی ایسا شخص گزرا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو؟ پس جب دوسرا پہاڑ کہتا ہے کہ ہاں گزرا ہے، تو پوچھنے والا پہاڑ خوش ہو جاتا ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسی طرح زمین کا ایک ٹکڑا ہر صبح و شام زمین کے دوسرے ٹکڑے سے پوچھتا ہے کہ کیا (آج) تجھ پر کسی نے نماز پڑھی ہے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہے؟ جب وہ ٹکڑا ہاں کہتا ہے تو پوچھنے والا ٹکڑا اس زمین کے دوسرے ٹکڑے پر رشک کرتا ہے۔ جب بندہ کسی زمین کے ٹکڑے پر نماز پڑھتا ہے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو زمین کے جس ٹکڑے پر اُس نے عبادت کی وہ ٹکڑا پروردگار کے روبرو اس کی عبادت کی گواہی دے گا۔

جس دن اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا یا نماز پڑھنے والا (شخص) مرتا ہے تو زمین کا وہ ٹکڑا اس (شخص) پر روتا ہے کیونکہ زمین اس (ٹکڑے) پر ذکرِ الٰہی سے عزت پاتی ہے۔ اسی طرح ساعتیں، وقت اور دن بھی اُس سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر کسی وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے تو وہ اس کے لیے افسوس کا باعث ہوتا ہے۔ طبرانی نے حدیث نقل کی ہے:

لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَھْلُ الْجَنَّةِ عَلٰی شَیْءٍ اِلاَّ عَلٰی سَاعَةٍ مَّرَّتْ بِھِمْ لَمْ یَذْکُرُوا اللهَ تَعَالٰی فِیْھَا۔

(کنز العُمّال، جلد 1، صفحہ 422، حدیث نمبر 1806 بحوالہ طبرانی و بیہقی، عن معاذ)

ترجمہ: ''جنت والے صرف اس ساعت پر افسوس کریں گے جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا تھا۔''

بعضوں نے کہا کہ یہ افسوس قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہوگا کیونکہ جنت میں داخل ہونے کے بعد صرف چین اور سکون ہوگا نہ کہ افسوس۔ بعضوں نے کہا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی یہ افسوس ہوسکتا ہے کیونکہ اہلِ جنت اس ساعت پر افسوس کریں گے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزر گئی۔ اسی لیے کہ جنت میں بھی مختلف درجے ہوں گے۔ زیادہ ذکرِ الٰہی اور (اچھے) اعمال والوں کو

دیدارِ الٰہی بھی زیادہ ہوگا اور (کم ذکر اور کم اعمال والے) اس وقت پر افسوس کریں گے جس میں انہوں نے ذکر نہ کیا۔ (اس وقت وہ کہیں گے) کہ کاش اُس وقت (زیادہ سے زیادہ) ذکرِ الٰہی کیا ہوتا تو آج دیدارِ الٰہی بھی زیادہ ہوتا۔ اگر اس ساعت میں خاموش رہا تب بھی باعثِ افسوس ہے۔ جو لوگ ہر گھڑی ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے اس کی شان بہت اعلیٰ ہے۔

## سبق نمبر 29

اگر ذکرِ الٰہی کرنے میں مصیبتیں پیش آئیں یا لوگ تجھے طعن یا تشنیع کریں یا پاگل کہیں تو گھبرا کر ذکرِ الٰہی نہ چھوڑ دے بلکہ خوش ہو۔ یہ دنیا جو خدا سے غافل کرنے والی ہے تو اس دنیا سے غافل اور دیوانہ ہو کر ذکرِ الٰہی میں ہوشیار اور عقلمند ہو۔

نیک باشی و بدت گوید خلق

بہ کہ بد باشی و نیکت گویند

ترجمہ: ''اگر تو نیک ہے لیکن لوگ تجھے برا کہتے ہیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو برا ہو اور لوگ تجھے نیک کہیں۔''41

اسی طرح احمق لوگ انبیا علیہم السلام کو بھی (پاگل) کہا کرتے تھے۔ اب تجھے خوش ہونا چاہیے کہ تجھے بھی یہ لقب ملا کیونکہ یہ ذکرِ الٰہی میں کامل ہونے کی علامت ہے:

اَکْثِرُوْ ذِکْرَ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔

ترجمہ: ''ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کیا کرو۔''41

(سنن ابو داؤد، باب مایقال عند النوم، جزئ 13، صفحہ 253، مصدر الکتاب موقع الاسلام)

اس کی تصدیق میں ابن حبان احمد ابو یعلی ابن سنی سے یہ حدیث منقول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ.

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا زیادہ کرو کہ لوگ تجھے دیوانہ کہنے لگیں''۔

(کنز العمال، جلد 1، صفحہ 414، حدیث نمبر 1753 بحوالہ مسند احمد، مسند ابویعلی، صحیح ابن حبان، مستدرک ابن حاکم، شعب الایمان للبیہقی، عن ابی سعید)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہمارے زمانے میں ہوتے تو لوگ اُنہیں پاگل کہتے اور صحابہؓ (ہمارے بارے میں) کہتے کہ یہ لوگ قیامت پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ لہٰذا لوگوں کی باتوں پر توجہ مت دو اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتے رہو۔ حقیقت میں ذکر بڑی شان والی چیز ہے۔ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ انبیا علیہم السلام افضل البشر تھے اس کے باوجود بیوقوف لوگ انہیں پاگل کہا کرتے تھے اور کثرت سے ذکر کرنے کی وجہ سے تمہیں بھی وہی خطاب مل گیا۔ علیٰ ہذا القیاس۔

جب کسی راستے پر چلے یا کسی فرش پر سوئے اور وہاں ذکر نہ کرے یہ بھی بڑا افسوس کا مقام ہے۔ اس بارے میں نسائی احمد بن حبان رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے:

ترجمہ: ''کوئی شخص کسی راستے پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو یہ اس کے لیے افسوس کا باعث ہوگا۔''

کوئی شخص اپنے بستر پر جگہ پائے لیکن اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے، تو بستر میں ذکر نہ کرنا اس کے لیے افسوس کا موجب ہوگا۔ اسی لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش میں ذکرِ خدا کے علاوہ کلام کرنے سے گونگا ہوتا۔ یعنی جو زبان ذکرِ الٰہی میں جاری نہ ہو تو بہتر ہے کہ وہ منہ میں نہ رہے۔ کیونکہ اگر زبان ذکرِ الٰہی کے علاوہ ہلے گی تو اس کے لیے وبالِ جان ہوگی۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے لوگ زبان کی وجہ سے دوزخ میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بڑی مردانگی کا کام ہے۔ اس کی شجاعت میں ایک

حدیث بزار اور طبرانی نے اوسط میں نقل کی ہے:

ذَاكِرُ اللهِ فِي الْغٰفِلِيْنَ بِمَنْزِلَةِ الصَّابِرِ فِي الْفَارِيْنَ۔

(کنز العمال، جلد 1، صفحہ 430، حدیث نمبر 1855۔ الجامع الصغیر، صفحہ 263، حدیث نمبر 4310)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل لوگوں اور بازاروں میں خرید و فروخت کرنے میں مشغول رہنے والوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو کفار کے ساتھ جہاد میں اکیلا لڑتا ہے جب کہ باقی لوگ بھاگ گئے ہوں۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے شخص کا مرتبہ بڑا ہی اعلیٰ ہے۔ ذکرِ الٰہی کرنے والے کو صابر کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

# سبق نمبر 30

## ذکر نہ کرنے والوں کی مجلس

نوٹ: "ذکر نہ کرنے والے کو حدیث کی زبان میں "غافل" اور ذکر نہ کرنے کو "غفلت" کہا جاتا ہے۔"41

واضح ہو کہ ذکرِ الٰہی ہر حالت میں سکون بخشتا ہے جب کہ ذکرِ الٰہی سے غافل ہونا افسوس کا باعث ہے، ہر ایک اپنے مقام پر بیان ہو چکا ہے۔ لیکن ایسی مجلس کا بیان ابھی تک نہیں ہوا جس میں لوگ جمع تو ہوں لیکن خدا کا ذکر نہ کریں، اس کا کیا حال ہے؟ ایسی مجلس کی کیفیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرماتے ہیں:

مَا مِنْ قَوْمٍ جَلَسُوْا مَجْلِسًا وَّتَفَرَّقُوْا مِنْهُ وَلَمْ يَذْكُرُوا اللهَ فِيْهِ كَاَنَّمَا تَفَرَّقُوْا عَنْ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَّكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(سنن ابوداؤد، جلد 4، صفحہ 264، حدیث نمبر 4855۔ مسند احمد، جلد 2، صفحہ 389۔ مشکاۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 425، حدیث نمبر 2273۔ الجامع الصغیر، صفحہ 494، حدیث نمبر 8086، (باختلافِ الفاظ))

ترجمہ: ''تمام لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ ہے کہ اگر وہ لوگ ایک ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے بغیر جدا ہو گئے تو وہ گویا مردار گدھے کی طرح جدا ہوئے، اور ان کے لیے یہ مجلس قیامت کے دن افسوس کا باعث ہوگی''۔

اس حدیث میں غفلت اور غفلت والی مجلس سے نفرت دلائی گئی ہے کہ ایسی مجلس میں ہرگز نہ بیٹھے۔ اور ذکر کی رغبت دلائی گئی ہے۔ پس ذکر کرنے والے حلال کھانے والوں کے مشابہ ہوں گے اور ذکر سے غفلت کرنے والی مجلس حرام کھانے والے مردار گدھے کے مشابہ ہے۔ گدھے کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ حیوانات میں سے اس میں کراہت زیادہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ غفلت کی مجلس ایسی ہے جیسے مردار گدھے کا گوشت کھانے کے لیے آنے والے کتے وغیرہ۔ ایسی (بے ذکر مجلس سے) بچنا اتنی فضیلت رکھتا ہے جیسے کہ حرام چھوڑ کر حلال کی طرف متوجہ ہونا خدا کی ناراضگی سے بچنے کا باعث ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہلِ دنیا کافرانِ مطلق اند
روز و شب در چق چق و بق بق اند

ترجمہ: ''اہلِ دنیا مطلق کافر ہیں، دن رات چخ چخ اور بک بک کرتے رہتے ہیں۔''[41]

اہلِ دنیا چوں سگاں دیوانہ اند
دور شو زیشاں ہمہ بیگانہ اند

ترجمہ: "اہل دنیا باؤلے کتوں کی مانند ہیں، لہٰذا ان سے ہمیشہ دور رہو۔" 41

اہلِ دنیا چہ کہیں و چہ مہین
لعنت اللہ علیہم اجمعین

ترجمہ: "اہل دنیا، کیا چھوٹے کیا بڑے، سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔" 41

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قُماش و نقرہ و فرزند و زن

ترجمہ: "عمدہ ریشمی لباس، سونا، چاندی، زن اور فرزند وغیرہ دنیا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر چھوڑ دینا دنیا ہے۔" 41

# سبق نمبر 31

## ذکر کرنے والوں کی محفل

غفلت والی مجلس کے مقابلہ میں اہلِ ذکر کی محفل باغِ جنت سے مشابہت رکھتی ہے، جو اس میں بیٹھ گیا تو گویا جنت میں بیٹھ کر جنت کے پھل کھانے لگ گیا۔ اس بارہ میں حدیث شریف وارد ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ۔

ترجمہ: "جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو ان سے میوے کھاؤ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جنت کے باغ کیا ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے جنت کے باغ ہیں۔"

اس کے اصل معنی یہ ہیں کہ جب تم ایسی جماعت کے پاس سے گزرو جو کسی مکان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہو تو تم بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو یا ان کا ذکر سنو کیونکہ وہ اب بھی جنت کے باغ میں ہیں اور آئندہ بھی (جنت کے باغوں میں) ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ۔ (سورۃ الرحمٰن 55؛ آیت نمبر 46)

ترجمہ: ''اپنے رب سے ڈرنے والے کے لیے دو جنتیں ہیں۔''

بعضوں نے اس آیت کے یہ معنی کیے ہیں کہ جو شخص اپنے رب سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ ایک جنت دنیا میں ہے یعنی ذکر کے حلقے اور دوسری آخرت میں جو دیدارِ الٰہی کا مقام ہے۔ میوے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ اس محفل میں بیٹھ کر ذکرِ الٰہی کرو کیونکہ یہ جنت کے باغ حاصل ہونے کا سبب ہے۔ شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح ذکر کرنا مستحب ہے ایسے ہی ذکر والے حلقہ میں بیٹھنا بھی مستحب ہے۔

دونوں مجلسوں کا فرق تو تجھ پر واضح ہو گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا فرمائے تو ذکر کی محفل میں بیٹھا کر جو دنیا میں جنت کی طرح ہے اور اس میں ذکر جنت کے پھل کی طرح ہے۔ (اے ذکر کی محفل میں بیٹھنے والے) تجھے (غفلت والی مجلس سے بچنے پر) مبارک ہو کیونکہ غفلت والی مجلس مردار گدھے جیسی ہے جس میں بیٹھ کر بدنصیب رہنا افسوس اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہے۔ یقین کر کہ یہ مجلس دوزخ کی مثال ہے۔

اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔

ترجمہ: ''اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

جب یہ راز تجھ پر کھل گیا کہ ذکر کی محفل جنت ہے اور اس میں ذکر کرنا جنت کا پھل کھانا ہے تو اس میں بیٹھ کر پھل کھا اور اس کی حرص بڑھا اور بہت طمع کر۔

اس کی تائید میں ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَاتَزَالُ اَلْسِنَتُهُمْ رَطْبَةً مِّنْ ذِكْرِ اللهِ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَهُمْ يَضْحَكُوْنَ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعا، جلد 10، صفحہ 303، حدیث نمبر 9508، جلد 13، کتاب الزہد، صفحہ 456، حدیث نمبر 14903)

ترجمہ: ''تحقیق جن لوگوں کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تر رہتی ہیں وہ خوشی سے ہنستے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔''

اے طالبِ مولا یہ تیری خوش قسمتی ہے کہ فقط زبان ہلانے سے تجھے یہ نعمتیں حاصل ہوں، اس کے باوجود اگر تو سستی کرے تو یہ تیری بد نصیبی کا باعث ہے۔ یہ نعمتیں تُو غربت اور بھوک میں بھی حاصل کر سکتا ہے۔ تجھے اس پر کچھ پیسے ٹکے خرچ کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس میں نمک مرچ کی ضرورت ہے۔ اگر تو ذکر کی محفل میں حقہ (سگریٹ وغیرہ) کی مجلس کی طرح بھی بیٹھے اور اس جیسی محبت رکھے تب بھی تجھے یہ نعمتیں حاصل ہو جائیں گی۔ حقہ کی مجلس میں تمباکو پر تیرا پیسہ بھی خرچ ہوتا ہے جبکہ ذکر کی محفل میں وہ بھی خرچ نہیں ہوتا۔

غور کر کہ اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو کتنا عام کیا ہے کہ اگر تم سلطنت، امارت، وزارت یا کسی اور قسم کی ریاست کے مالک ہو تب بھی اللہ تعالیٰ تجھے اس ذکر کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کی جنت میں اعلیٰ مرتبہ عنایت فرمائے گا۔ تو کسی حالت میں رحمتِ الٰہی سے مایوس، نا امید اور سست نہ ہو اور تو کوشش اور ہمت کرتا رہ:

اَلسَّعْیُ مِنَّا وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللهِ۔

ترجمہ: ''کوشش کرنا ہمارا کام ہے اور پورا کرنا اللہ تعالیٰ کا۔''

اس کی شہادت میں بھی ایک حدیث سن لے۔ یہ حدیث ابو یعلی نے نقل کی ہے:

لَيَذْكُرَنَّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَوْمٌ فِي الدُّنْيَا عَلَى الْفُرُشِ الْمُمَهَّدَةِ يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ الْعُلْيَا۔

(کنز العمال، جلد 4، صفحہ 426، حدیث نمبر 11244۔ الجامع الصغیر، صفحہ 463، حدیث نمبر 7560 بحوالہ مسند ابو یعلی، صحیح ابن حبان (عن ابی سعید))

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ وہ لوگ جو دنیا میں بچھے ہوئے بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ جنتوں میں داخل کرے گا۔''

یہ حدیث کھلے طور پر دلالت کرتی ہے کہ عیش سے زندگی بسر کرنے والے بادشاہوں، امیروں اور اہلِ دنیا کی (شان و شوکت) حشمت اور رفاہیت انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روکتی۔ انہیں بھی ذکر کا ثواب دیا جائے گا اور (ذکر کی برکت سے) اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ جنتوں میں داخل کرے گا۔ یقین جان کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور دیدارِ الٰہی کا شرف بخشنے کا باعث اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو اس کی توفیق دی اور اس نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا تو گویا اس نے دو جہان کی دولت حاصل کر لی۔

## سبق نمبر 32

یہ سب کچھ ہم نے مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ اے طالبِ مولا اگر تو ہم سے ذکر کی تفصیل، ترتیب اور ذکر کرنے کا طریقہ پوچھے تو یہ ہم نے یہاں تحریر نہیں کیا کیونکہ یہ تحریر سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی تعلیم کسی ممتاز اولیاءِ کرام سے حاصل کر کیونکہ وہ حقائق کا خزانہ ہے (اور وہاں) نور کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے۔ تیری تعلیم کے لیے اس وقت ایک شعر کافی سمجھتے ہیں تاکہ تُو توجہ کرے:

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

ترجمہ: ”باتیں کرنا چھوڑ اور صاحب حال بن۔ کسی کامل مرد کے حضور پامال ہو۔“41

نوٹ: [خواجہ محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف ”ذکرِ کثیر“ اور ذکرِ خیر“ میں ذکر کے طریقے اور ان کی ترتیب بیان فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے خلفاء کے خلفاء جن سے میری ملاقات ہوئی، ان سے بھی کچھ اذکار حاصل کیے، چند ایک ایسے جو خود میرے تجربہ میں آئے، ان سب کو نہایت اختصار کے ساتھ آخر میں ”ذکر کا طریقہ“ کے باب میں درج کر دیا ہے تاکہ سالک کو تشنگی محسوس نہ ہو۔ الطاف]

ہم فقط غفلت دور کرنے کے لیے تجھے ہوشیار کر رہے ہیں تاکہ تو اپنے مولیٰ کی یاد میں مشغول ہو کیونکہ تیرا مولیٰ تجھے نہایت سوز سے آوازیں دے دے کر اپنی طرف بلاتا ہے۔ یہ احادیث جو ہم نے لکھی ہیں انہیں حقیقت میں خدا ہی کا کلام سمجھنا چاہیے کیونکہ آیت اور حدیث میں فقط اس قدر فرق ہے کہ قرآن مجید وحی ظاہر ہے اور حدیث شریف جو کلامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے وہ وحی خفی ہے، حقیقت میں وہ بھی خدا ہی کا کلام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ (النجم، آیات:3و4)

ترجمہ: ”اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں بولتے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے جو انہیں پہنچتا ہے۔“

اور مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ترجمہ: ''اگر چہ حلقوم (حلق، گلا) تو اللہ تعالیٰ کے بندہ کا ہے مگر اس کی بات اللہ تعالیٰ کی کہی ہوئی ہوتی ہے۔''41

اے نفس تو بھی کچھ نصیحت پکڑ۔ اے ظالم نفس اور بدن تم بھی مولیٰ کی یاد میں میری موافقت کرو کیونکہ جو نعمتیں اور مراتب ذکر سے حاصل ہوں گے تم بھی ان میں برابر کے حصہ دار ہو۔ پھر بھلا تم مجھے کیوں اس طرف کھینچتے ہو جس طرف کہ روح، سِرّ، خفی اور اخفیٰ کا کچھ بھی حصہ نہیں بلکہ سراسر نقصان، ہجر اور غضب کا پہاڑ ہے؟ اس وقت میں افسوس اور فراق سے اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور مدد طلب کر کے اپنے مقصود کو بطور عرضی بیان کرتا ہوں۔

در پہ تیرے آ پڑا ہوں اے خدا

جان تیری ذات پر ہووے فدا

ذات اپنی سے نہ کریو تو جدا

کیونکہ مدت سے ہے یہ میری صدا

طلب میں ہو جاؤں تیری گر کر ہلاک

وصل ہو تجھ سے میرا اے ذاتِ پاک

هَلَاكِيْ فِيْ سَبِيْلِكَ لِيْ حَيَاتٌ

فَإِنَّ الشُّغْلَ عَنْهَا لِيْ مَمَاتٌ

ترجمہ: ''تیرے راستے میں مرجانا میرے لیے زندگی ہے، جبکہ تیری یاد سے غافل ہو جانا میرے لیے موت ہے۔''41

ہے یہی تکلیف ہم کو اے خدا
آپڑے ہم اس جہاں میں ہیں جدا
وصل ہوگا کب ہمارا اے خدا
اس کی بھی ہم کو سنا دے کچھ ندا
زندگی سے موت ہی محبوب ہے
وصل جس میں یار کا مطلوب ہے

وصل ذات کے چاہنے والے تو بہت ہیں مگر وصل کا قرضہ یعنی قیمت اگر پہلے ادا کی جائے تو پھر مطلوب کا وصل یقیناً حاصل ہو جائے گا۔

# سبق نمبر 33

## وہ قرضہ کیا ہے؟، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اطاعت

حضرت فُضَیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب خلیفہ ہارون الرشید حج کے دنوں میں مکہ مکرمہ گیا تو اس نے اپنے وزیر فضل بن ربیع سے کہا کہ میں کسی مردِ خدا سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ فضل بن ربیع اسے خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گیا۔ وہ رات کا وقت تھا اور خواجہ فضیلؒ چراغ کی روشنی میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب قریب پہنچے تو خواجہ فُضَیلؒ کو معلوم ہوا کہ کوئی شخص آ رہا ہے لہٰذا پہلے ہی آواز دے دی کہ کون آ رہا ہے؟ وزیر نے جواب میں کہا امیر المومنین ہارون الرشید ہیں۔ خواجہ نے وزیر کی آواز سنتے ہی چراغ بجھایا اور دروازہ کھول دیا۔ ہارون الرشید اندر جا کر خواجہ فُضَیلؒ کو ڈھونڈنے لگا تا کہ ان کے جسم پر ہاتھ لگائے۔ (جب ہارون کا ہاتھ خواجہ فُضَیلؒ کے جسم کو لگا تو) خواجہ فُضَیلؒ نے آواز دی، اے ہارون

الرشید تیرے ہاتھ بہت نرم ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دوزخ کا ایندھن بنیں۔ ہارون الرشید یہ سن کر رو یا اور عرض کیا کہ اے خواجہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ خواجہ فضیلؒ نے فرمایا کہ تیرا باپ (حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چچا ہے۔ میدانِ قیامت میں اپنے باپ سے شرمندہ نہ ہونا۔ اِس وقت اطاعت اور عبادتِ الٰہی میں کوشش کر۔ پھر ہارون نے کہا کہ کچھ اور نصیحت کیجیے۔ خواجہ فضیلؒ نے فرمایا کہ خلق پر رحم کر اور ادب کے راستے پر چل۔

پھر ہارون الرشید نے پوچھا کہ اگر آپ کے ذمہ کچھ قرض ہے تو بتائیے تاکہ میں ادا کر دوں۔ خواجہ فضیلؒ نے جواب میں کہا کہ میرے ذمہ قرض تو بہت ہے مگر وہ خاص میرے ذمہ ہے اور تم اسے ادا نہیں کر سکتے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ ایسا کیا قرض ہے جو صرف آپ ہی سے ادا ہو سکتا ہے؟ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ طاعتِ الٰہی اور اللہ کا ذکر ہے جو خاص میرے ہی ذمہ ہے اور وہ تجھ سے ادا نہیں ہو سکتا۔ ہارون یہ سن کر روتا ہوا باہر نکل آیا اور پچھتاوے سے ہاتھ ملنے لگا۔

جاننا چاہیے کہ یہ قرض ہر انسان کے ذمہ ہے۔ اے بندے بے فکر نہ ہو کیونکہ یہ بہت بڑا بھاری بوجھ ہے۔ اگر چاہیں کہ یہ آسانی سے ادا ہو سکے تو اسے عقل تسلیم نہیں کر سکتی کیونکہ دوا میٹھی، لذیذ اور خوشبو دار بھی ہو تو وہ مرض کو ٹھیک کرنے والی نہ ہو گی۔ بلکہ کڑوی اور تلخ دوا جس سے طبیعت نفرت کرے اس کے پینے سے پہلے تکلیف تو ہو گی مگر انشاء اللہ آخیر میں مرض زائل ہو کر صحت حاصل ہو گی۔ اسی طرح ذکرِ الٰہی ہے کہ پہلے پہلے ذرا تکلیف کر کے اور دل کو ٹھہرا کر اسے اختیار کر، پھر تجھے محبوب کا وصل حاصل ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں لکھا ہے کہ ابتدائے مجاہدہ میں آپ رات بھر آنکھوں میں نمک کی ڈلی پھیرتے رہتے تھے تاکہ نیند دور ہو جائے۔ اسی طرح

سالہا سال تک نمک کی ڈلی پھیر پھیر کر نیند دور کرتے رہے۔ جب مجاہدہ سے فارغ ہوئے اور حساب کیا تو تقریباً سات کلو گرام نمک آنکھوں میں ڈال چکے تھے۔ متقدمین ایسی محبت اور مشقت سے واصل ہوتے تھے اور بلند ہمت رکھتے تھے۔ ہم سب ایمان والے ہیں، اللہ جل شانہٗ ہمیں بھی یہ توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین (بحرمتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

❀❀❀❀

## باب دوم

# سبق نمبر 34

## ذاکر اور غازی سبیل اللہ

اس مسئلہ کے بیان میں کہ ذکرِ الٰہی کرنے والا غازی فی سبیل اللہ سے ایک درجہ افضل ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ: اَيُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ وَاَرْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: "الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ" قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمِنَ الْغَازِىْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: "لَوْ ضَرَبَ بِسَيْفِهٖ فِى الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يَنْكَسِرَ وَيَخْتَضِبَ دَمًا، فَاِنَّ الذَّاكِرَ لِلّٰهِ اَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً"

(ترمذی، جلد 5، صفحہ 127، حدیث نمبر 3436، مسند احمد جلد 3، صفحہ 75، مشکاۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 427، حدیث نمبر 2280)

ترجمہ: "تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سے کونسا بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل اور بلند مرتبہ والا ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں افضل ہیں۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ ذکر کرنے والے کا مرتبہ زیادہ بلند ہوگا یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں

جہاد کرنے والے کا؟ فرمایا اگر غازی اپنی تلوار کے ساتھ کفار اور مشرکین کو مارے یہاں تک کہ اس کی تلوار اور وہ خود خون سے رنگ جائیں اور اس کی تلوار ٹوٹ جائے یعنی وہ غازی یا شہید ہو جائے، پھر بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اس غازی سے ایک درجہ افضل ہے۔"

غور کا مقام ہے کہ اللہ جل شانہ نے ذکر کتنی بڑی نعمت عنایت فرمائی ہے۔ وہ جہاد جو بہت بڑی شرائط اور انتظام کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ بھی ذکر سے کم درجہ کا ہے۔ اگر بالفرض جہاد حاصل ہو بھی جائے تب بھی نہیں معلوم دشمن کے مقابلہ میں دلیری ہو یا نہ ہو، اگر دلیری ہو تو اس وقت دل خطرات سے پاک ہو یا نہ ہو، خلوص کی نوبت پہنچے یا نہ پہنچے۔ اس کے مقابلے میں ذکر سردیوں میں اپنے لحاف میں بیٹھ کر بھی کیا جاسکتا ہے۔ گرمی کے موسم میں باغوں میں، ٹھنڈی نہروں کے کنارے، برف کے ٹھنڈے پانی پی کر اور ٹھنڈی ہوائیں لے کر بھی کیا جاسکتا ہے اور تجھے غازی سے ایک درجہ بھی بلند ملے گا۔ اتنی سہولت اور آسانی کے باوجود بھی اگر تو سستی اور غفلت کرے تو بہت ہی گھاٹے میں ہے حالانکہ یہ ذکر تجھے دینی اور دنیوی تکالیف سے نجات دینے والا ہے۔ سبحان اللہ!

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ: "لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَةٌ، وَّصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰهِ، وَمَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ" قَالُوْا: وَلَا الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ وَلَا اِنْ یَضْرِبَ بِسَیْفِهٖ

حَتّٰی یَنْقَطِعَ۔

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 427، حدیث نمبر 2286 بحوالہ البیہقی فی الدعوات الکبیر)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شے (میں چمک پیدا کرنے) کے لیے صیقل ہے اور دلوں کو چمکانے والا صیقل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ کوئی شے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والی نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد بھی اس کے برابر نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں، اگر غازی اپنی تلوار کے ساتھ (دشمن کو) مارے یہاں تک کہ (خود بھی) شہید ہو جائے یا اس کی تلوار ٹوٹ جائے پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والے کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔''

جیسا کہ پہلے حدیث شریف میں آ چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کا غازی فی سبیل اللہ سے ایک درجہ بلند ہوگا۔

اہلِ ذکر کی فضیلت فقط اسی قدر نہیں ہے کہ غازی سے ایک درجہ بلند ہے بلکہ اہلِ ذکر کا مرتبہ ذکر کے علاوہ ہر عمل سے بلند ہے کیونکہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے:

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلاَ اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْ کَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرَقِ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا: بَلٰی، قَالَ

## ذِكْرُ اللّٰهِ"

(سنن ترمذی، جلد 5، صفحہ 127، حدیث نمبر 3437۔ ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 1245، حدیث نمبر 3790۔ مسند احمد، جلد 6، صفحہ 447۔ موطا امام مالک۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 425، حدیث نمبر 2269)

[ترجمہ: "ابی درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا (میں تمہیں) سب سے اچھے عمل کی خبر نہ دوں جو تمہارے رب کے نزدیک سب سے زیادہ پاک اور بلند درجہ والا ہو؟ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر ہو؟ جہاد کے دوران کفار کو قتل کرنے اور تمہارے شہید ہونے سے بھی بہتر ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان سب سے بہتر ہے۔"

یہ امر واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خدا تعالیٰ کے راستے میں سونا چاندی خرچ کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بہتر ہے۔ جس شخص کو نورِ الٰہی کی کچھ روشنی عنایت ہوئی ہو وہ یقین کرلے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ کوئی عمل ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ تک پہنچادے اور اسے راضی کردے اور قیامت کے دن اعلیٰ مراتب دلادے۔

اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر بڑا انعام ہے جس کی عمر لمبی ہو اور وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ ایسے شخص نے دنیا میں آخرت کے لیے بہت بڑا خزانہ جمع کرلیا۔ ذکر کی فضیلت میں حدیث ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ : قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ فَقَالَ "طُوْبٰی لِمَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ" قَالَ:

يَارَسُولَ اللهِ! اَىُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ "اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللهِ"

(سنن ترمذی، جلد 3، صفحہ 387، حدیث نمبر 2431؛ مسند احمد جلد 5، صفحہ 43؛ مشکاۃ المصابیح، جلد 1، الفصل الثانی، صفحہ 425، حدیث نمبر 2270)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا، ایک بدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سے کون سا آدمی زیادہ اچھا ہے؟ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کو مبارک اور خوشی ہو جس کی عمر لمبی ہو اور اُس کے اعمال اچھے ہوں۔ پھر بدوی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عملوں میں سے کونسا عمل زیادہ اچھا ہے؟ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو دنیا سے رخصت ہو تو تیری زبان اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہو۔''

## سبق نمبر 35

احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ کا ذکر کرنے والے کا درجہ غازی فی سبیل اللہ سے ایک درجہ بلند ہوگا۔ ذاکر کا مقام جاننے کے لیے غازی فی سبیل اللہ کا مرتبہ بھی ضرور معلوم ہونا چاہیے۔ غازی کے مرتبہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ۔

(الجامع الصغیر، صفحہ 221، حدیث نمبر 3643 بحوالہ مستدرک امام حاکم (عن ابی موسیٰ))

ترجمہ: ''جنت غازیوں کی تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غازی کے گھوڑے کی لید، پیشاب، پسینہ اور

اس گھوڑے کے منہ کو لگی ہوئی گھاس کو قیامت کے روز (غازی کی) نیکیوں کے پلڑے میں تولا جائے گا۔ ایسے ہی غازی کا اپنا پسینہ اور پیشاب، حتیٰ کہ اس کا سونا اور جاگنا بھی (غازی کی) نیکیوں میں تولا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تلوار تمام گناہوں کو دھو دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ شہدا کے متعلق فرماتا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ (البقرۃ، آیت:154)

[انہیں مردہ مت کہو، یہ تمہارے سے زیادہ اور بہتر زندگی میں ہیں۔] اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسے مقام والے سے بھی کا ایک درجہ بلند ہے۔ سبحان اللہ۔

جب تو یہ سمجھ چکا تو ہوشیار ہو کر اللہ کے ذکر میں کمر باندھ اور اہلِ ذکر کی مخالفت نہ کر اور نہ ہی انہیں برا کہہ۔ ان کا ادب کر اور ان کی محبت اور صحبت کو غنیمت جان۔ اگر وہ تجھے نہ مل سکیں تو تُو انہیں تلاش کر اور ان کی صحبت میں رہ کر ان سے تعلیم حاصل کر کے خود ذاکر بن تا کہ تجھے بھی یہ درجات عنایت ہوں۔ ذکرِ الٰہی کرنے والے کا غازی سے ایک درجہ بلند ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ذکرِ الٰہی کرنے والے کا دشمن غازی کے دشمن سے زیادہ سخت اور طاقتور ہے۔ کیونکہ جب مومن کافر کو تلوار، تیر، نیزے یا بندوق سے قتل کر دے گا تو غازی کہلائے گا۔ (ورنہ خود قتل ہونے کی) صورت میں مومن شہید ہو جائے گا۔ پہلی صورت میں غازی کو غزا کا مرتبہ ملے گا اور دوسری صورت میں شہادت کا، مگر فیصلہ بہت جلد ہو گیا۔ اس کے برعکس ذاکر (تمام عمر) نفس سے مقابلہ کرتا رہتا ہے جو بہت ہی مشکل ہے۔ (یہ نفس) نہ تو تلوار سے مرتا ہے نہ تیر سے، نہ نیزے سے، نہ بندوق سے، حتیٰ کہ توپ جیسے بڑے ہتھیار سے بھی نہیں مرتا اگرچہ بیس توپیں بھی نفس کے مقابلہ میں چلا لی جائیں (تب بھی نہیں مرتا۔) وہ ہتھیار جس سے (نفس) مرتا ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر، مجاہدہ، روزہ، خاموشی اختیار کرنا اور عوام الناس سے علیحدہ رہنا۔ یہ روز

کا رونا ہے اور ہر روز نئے سرے سے اس کا سامان کرنا پڑتا ہے۔ نفس ہر وقت اسی
گھات میں رہتا ہے کہ کونسا موقع ملے کہ اسے دوزخ میں گراؤں۔

## سبق نمبر 36

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب جنگ سے فارغ ہو کر نماز پڑھنے لگے تو فرمایا:

اِنَّا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ۔

(الزاد المطلوب بتخریج احادیث کشف المحجوب ڈاکٹر خالق داد ملک، ڈاکٹر طاہر رضا بخاری (محکمہ مذہبی امور و اوقاف، حکومتِ پنجاب، جون 2006ء/ جمادی الاول 1427ھ) بحوالہ الجامع الصغیر، لسیوطی؛ احیاء العلوم الدین)

ترجمہ: ”ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آ گئے۔“

یعنی (لڑائی سے) نماز کی طرف کیونکہ یہ بہت بڑا جہاد ہے۔ ایک بزرگ کی
حکایت ہے کہ کہیں جہاد ہو رہا تھا۔ اس کے نفس نے اس سے کہا کہ چل تو بھی جا کر جہاد
میں شہادت حاصل کر۔ وہ بزرگ اس کے کہنے پر جہاد کے لیے چل پڑا۔ راستہ میں
دیکھا کہ نفس بڑا خوش ہو رہا ہے اور اسے جہاد کی طرف جوش دلا رہا ہے۔ اس بزرگ
نے متعجب ہو کر اپنے نفس سے پوچھا کہ اے نفس تُو تو نیک کاموں سے روکتا ہے، پھر تو
اس پر اتنا خوش کیوں ہے؟ نفس نے جواب دیا کہ میں بڑا خوش ہوں کہ تو آج جہاد میں
شہید ہو جائے، اس طرح تو ایک دفعہ ہلاک ہو جائے گا تو میں ہر روز کی ہلاکت سے بچ
جاؤں گا۔ بزرگ نے پوچھا کہ (اس میں) تیری ہر روز کی ہلاکت کیسی ہے؟ نفس نے
جواب دیا کہ دن کو تم روزے رکھتے ہو اور تمام رات عبادت کرتے ہو، نہ اہلِ دنیا سے
ملاقات کرتے ہو اور نہ ہی مجھے کبھی اچھا کھانا کھلاتے ہو۔ ہر روز کی موت سے میرے
لیے ایک دفعہ کی موت اچھی ہے۔ میں اس لیے خوش ہو رہا ہوں کہ چل کر شہید ہو جا۔
بزرگ اس کی یہ بات سن کر جہاد کے ارادے سے باز رہا اور فرمایا کہ اے دشمن تجھے

بڑے جہاد میں ہی مبتلا رکھوں گا اور ہر روز تجھ سے لڑا کروں گا۔ اس حقیقت سے بھی واضح ہوگیا کہ عقل کے نزدیک بھی یہ امر سچ ہے کہ ذاکر کا مرتبہ غازی فی سبیل اللہ سے بلند ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَتِ الْحَالِ۔

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ہی حقیقتِ حال سے بہتر واقف ہے۔''41

❀❀❀❀

باب سوم

# ذاکر کی صحبت

## سبق نمبر 37

اس مسئلہ کے بیان میں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ جائے اگرچہ خود ذکر نہ بھی کرے اور گنہگار بھی ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ ذاکرین کی صحبت کی برکت سے اسے بخش دیتا ہے۔ اور اگر خلوص ومحبت سے ان کے پاس بیٹھے یا ان کے ساتھ ذکر کرے یا ان سے ذکر سیکھے پھر تو گویا اسے نعمتِ عظمیٰ مل گئی۔

چنانچہ حدیث مبارک میں اس کی فضیلت اس طرح بیان ہوئی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِكَةً یَّطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَّذْكُرُوْنَ اللهَ تَنَادَوْا: هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِكُمْ" فَیَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا قَالَ: فَیَسْئَالُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ: مَایَقُوْلُ عِبَادِیْ؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: "یُسَبِّحُوْنَكَ، وَیُكَبِّرُوْنَكَ، وَیُحَمِّدُوْنَكَ، وَیُمَجِّدُوْنَكَ" قَالَ: فَیَقُوْلُ: هَلْ رَاَوْنِیْ؟ قَالَ: "فَیَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللهِ مَا رَاَوْكَ" قَالَ:

فَيَقُوْلُ: كَيْفَ لَوْ رَاَوْنِيْ قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّلَكَ عِبَادَةً، وَّاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا، وَّ اَكْثَرَلَكَ تَسْبِيْحًا قَالَ: فَيَقُوْلُ: فَمَا يَسْئَالُوْنَ؟ قَالُوْا: يَسْئَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ، قَالَ: يَقُوْلُ: وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: لاَ وَاللهِ يَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا! قَالَ: يَقُوْلُ: فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْاَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَّاَشَدَّلَهَا طَلَبًا، وَّاَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً۔ قَالَ: فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ: مِنَ النَّارِ۔ قَالَ: يَقُوْلُ: فَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَاوَاللهِ يَارَبِّ مَارَاَوْهَا قَالَ: يَقُوْلُ: فَكَيْفَ لَوْرَاَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَّاَشَدَّلَهَا مَخَافَةً قَالَ: فَيَقُوْلُ: فَاُشْهِدُ كُمْ اِنِّيْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ: يَقُوْلُ: مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيْهِمْ فُلَانٌ لَّيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ قَالَ: هُمُ الْجُلَسَآءُ لَايَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ۔

(راوہ الشیخان؛ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، صفحہ 1112، حدیث نمبر 6408، صحیح مسلم، کتاب الدعوات، باب فضل مجالس ذکر، صفحہ 1220، حدیث نمبر 6780-2689/25۔ مشکاۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 424، حدیث نمبر 2267، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، الفصل الاول)

ترجمہ: ”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے فرشتے بھی مقرر کیے ہیں (جنہیں ملائک حفظہ کہا جاتا ہے، جو بندے کی حفاظت کے لیے مقرر کیے ہیں،

اُن کے علاوہ) بھی فرشتے ہیں، جن کا کام صرف یہ ہے کہ آسمانوں سے اتر کر زمین پر آتے ہیں، دن رات ذکر کی محفلیں اور حلقے ڈھونڈھ کر ان میں شامل ہو جاتے ہیں، ان کے لیے برکت کی دعا کرتے ہیں، ان کے دینی و دنیوی فائدے کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں اور رب العالمین کے حضور ان کا حال بیان کرتے ہیں۔ جب وہ زمین پر آتے ہیں تو (گلیوں اور) راستوں میں پھرتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرنے والوں کی محفلیں (اور ذکر کے حلقے) ڈھونڈتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی کو اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والی جماعت مل جاتی ہے تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ دوڑ کر اِن کی طرف آؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب فرشتے آسمان سے دنیا تک ایک دوسرے کے اوپر نیچے جمع ہو کر اس ذکر کی محفل کو اپنے پروں کے ساتھ گھیر لیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس محفل سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ جب فرشتے باری تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو ان سے پروردگارِ عالم پوچھتا ہے، حالانکہ وہ سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے، میرے بندے اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پاکی اور بڑائی کے ساتھ تیرا ذکر کرتے ہیں، تیری تعریف کرتے ہیں اور بزرگی کے ساتھ تیرا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھ رکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ تیری عزت کی قسم ہے کہ انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ پھر رب العزت فرماتا

ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو وہ پہلے سے بھی زیادہ تیری عبادت کرنے لگیں، تیری بڑائی بیان کریں اور تیری تسبیح کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب تیری قسم کہ انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس پر بہت زیادہ حریص ہوں اس کی طلب اور رغبت کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تیری دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ دیکھ رکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہے، انہوں نے دوزخ نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر دوزخ کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر دوزخ کو دیکھ لیں تو اس سے اور بھی زیادہ بھاگنا اور ڈرنا شروع کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ بے شک میں نے انہیں بخش دیا۔ ان میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ فلاں شخص یونہی ذکر کرنے والوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ذکر کرنے کے لیے نہیں بلکہ اپنے کسی کام سے آیا تھا۔ اس فرشتہ کے جواب

میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ
ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔"

یعنی اگر وہ ذکر کرنے والے لوگوں کے پاس صرف بیٹھ ہی گیا خواہ ذکر نہیں بھی کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تب بھی اُسے بخش دیا کیونکہ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنے سے برائی نہیں رہتی۔

## سبق نمبر 38

صحیح مسلم کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

فَاَعْطَيْتُهُمْ مَّاسَأَلُوْا، وَاَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: "رَبِّ! فِيْهِمْ فُلَانٌ" عَبْدٌ" خَطَّاءٌ، اِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ" قَالَ: فَيَقُوْلُ: وَلَهٗ غَفَرْتُ، هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ۔

(صحیح مسلم، صفحہ 1220، حدیث نمبر 6780-25/2689)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے (ذکر کرنے والے) بندوں کو وہ سب کچھ دے دیا جو وہ مانگتے ہیں، میں نے انہیں ہر اُس چیز سے خلاصی دی جس سے وہ خلاصی مانگتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، فرشتے کہتے ہیں: کہ اے ہمارے رب ان میں ایک گنہگار بندہ ایسا بھی ہے جو ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگرچہ وہ گنہگار ہے اور ان کے پاس ذکر کے ارادے سے نہیں بیٹھا پھر بھی میں نے

اسے بھی بخش دیا؛ کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے وہ بھی برا نہیں رہ سکتا۔''

غور، فکر اور شکر کا مقام ہے کہ وہ لوگ ہم میں موجود ہیں، ہم سے ملتے ہیں اور ان سے اکسیر جیسا اثر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مگر افسوس ہے ان پر کہ ان ذکر کرنے والوں کے پاس محبت سے بیٹھنا تو دور کی بات ہے، (کچھ لوگ) ان کی برائی اور طرح طرح سے طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ سچ جھوٹ کا خیال نہیں کرتے بلکہ اپنی نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو کر سچ سے آنکھیں بند کر کے جو منہ میں آیا اُن اہل اللہ کی شان میں نکال دیتے ہیں۔ یہ فقط اتباعِ نفس ہے۔

اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔

ترجمہ: ''اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

اس حدیث سے یہ تو بخوبی ظاہر ہو گیا کہ اللہ جل شانہٗ نے ملائکہ کا ایک گروہ فقط اسی کام پر مقرر کیا ہوا ہے جو دن رات اہلِ ذکر کی محفلیں تلاش کرتے رہتے ہیں، ان کے لیے دعا کرتے ہیں اور انہیں محبت کے ساتھ اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں۔ جب وہ لوگ ذکر سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ فرشتے ان کی دعائیں اور کلمات اپنے رب کے حضور بیان کرتے ہیں حالانکہ اللہ جل شانہٗ اپنے بندوں کا حال ان سے زیادہ جانتا ہے۔ دراصل اولادِ آدم میں سے اللہ کا ذکر کرنے والوں کی فضیلت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ملائکہ سے پوچھتا ہے کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں تیرے اُن بندوں کے پاس سے آ رہے ہیں جو زمین پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے وہ بندے کیا کرتے ہیں؟ جواباً فرشتے تمام حال بیان کرتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں بیان ہو چکا ہے۔ یہ الفاظ جو زیادہ بیان ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ ''تم کہاں سے آئے ہو'' یہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہیں اور مطلب دونوں کا

ایک ہی ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تو آسمانوں سے زمین پر آ کر اہلِ ذکر کی محفلیں اور حلقے ڈھونڈ کر انہیں ادب اور محبت کے ساتھ اپنے پروں سے گھیر لیں اور اُدھر اللہ جل شانہٗ کی رحمت انہیں ڈھانپ لے، لیکن اے مخالف تو زمین میں رہ کر بدگمانی میں عمر گزار دے؟ ہائے افسوس۔

اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

ترجمہ: "اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

ذرا توجہ کر کہ اس حدیث میں ایک عجیب راز ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو دعا بہت ہی پیاری لگتی ہے اور دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ بہت ہی راضی ہوتا ہے۔ اس لیے جس وقت فرشتے اللہ جل شانہٗ کے حضور عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ تیرے بندے تیرا ذکر کرتے ہیں، تیری تسبیح، تحلیل اور تکبیر کہتے ہیں تو اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ میرے بندے مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ تو فرشتے سارا حال بیان کرتے ہیں۔ واضح ہو گیا کہ اللہ کے ذکر بعد اللہ تعالیٰ سے دعا ضرور مانگنی چاہیئے۔ حصن حصین باب الدعا میں ایک حدیث شریف ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو کرے لیکن اس کے بعد دعا نہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر غضب کرتا ہے۔ صحیح ترمذی میں حدیث ہے کہ اچھی دعا مانگنا عبادت کا مغز ہے اور عبادت کے بعد دعا مانگنا بہت بڑی نعمت اور منافع بخش ہے۔

از دعا نبود مرادِ عاشقاں
جز سخن گفتن باں شیریں دہاں

ترجمہ: "دعا سے عاشقوں کی غرض اپنے محبوب حقیقی سے بات چیت ہے۔"41

اے اخی دست از دعا کردن مدار
باقبول و باروایت او چہ کار

ترجمہ: ''اے بھائی اگر تجھے دعا کے قبول ہونے سے کوئی سروکار نہ بھی ہوتب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ۔''41

گر اجابت کرد او فہو المراد

ورنہ با دیدار نقد آیند شاد

ترجمہ: ''اگر دعا قبول ہو جائے تو اس کی مہربانی ورنہ اس کے دیدار سے ہی شادکام ہو جائے گا۔''41

ورنہ کند او لذت آں بیشتر

بہر تقریب دگر تقربے بار

ترجمہ: ''دوسری بار ملاقات کے لیے اس کی لذت کو اور بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔''41

## سبق نمبر 38

معلوم ہونا چاہیے کہ دعا ہر حالت میں ضروری ہے، اگر قبول ہوگئی تو مقصد حاصل ہوگیا ورنہ مقصودِ اعلیٰ تو وصل الٰہی ہے۔ اپنے تصورِ حضوری کے مطابق دعا مانگتے ہوئے بندہ اپنے مولا سے باتیں کرتا ہے۔ اب پہلے مطلب کی طرف آتے ہیں۔ حدیث کا خلاصہ کمال طور پر ظاہر ہوگیا کہ اگر گنہگار تھوڑی دیر اہلِ ذکر کے پاس بیٹھ جائے تو اللہ تعالیٰ صرف ایک ساعت ان کے پاس رہنے سے سالہا سال کی خطائیں بخش دیتا ہے۔ مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر فرماتے ہیں:

منزلِ او بزبانِ اولیاست

در دلِ او روز و شب یادِ خداست

ترجمہ: ''اس کی قدر و منزلت اولیاء کی زبان پر ہے اور روز و شب ان

کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔"41

چشم ما بر غیر ہرگز وا نہ شد
قطرۂ او جز سوئے دریا نہ شد

ترجمہ: "ہماری آنکھ غیر کی طرف نہیں اٹھتی اور اس کا قطرہ صرف دریا میں ہی جا کر گرتا ہے۔"41

محنت شاں خاک را اکسیر کرد
لطف شاں بر ہر دلے تاثیر کرد

ترجمہ: "ان کی محنت (نظر) مٹی کو بھی اکسیر کر دیتی ہے اور ان کی مہربانی ہر ایک دل پر اثر کرتی ہے۔"41

ہر کہ با ایشاں نشیند یک دمے
روز فردا او کجا دارد غمے

ترجمہ: "جو کوئی ایک ساعت بھی ان کے پاس بیٹھتا ہے، کل قیامت کو اسے کوئی غم نہیں ہوگا۔"41

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
او نشیند باَحضورِ اولیاء

ترجمہ: "جو کوئی اللہ تعالیٰ کا ساتھی بننا چاہتا ہے، اسے اولیاء کی خدمت میں بیٹھنا ہوگا۔"41

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

ترجمہ: "اولیائے کرام کی خدمت میں ایک ساعت بیٹھنا سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔"41

طالبانِ درحق او خوں خوردہ اند
بندگی و حق گزاری کردہ اند

ترجمہ: ''سالک اس کی تلاش کے لیے سخت مجاہدہ کرتے ہیں، بندگی اور حق گزاری کا حق ادا کرتے ہیں۔''41

لاجرم از بندگی سلطان شدند
مہتر از خلق و جہاں بہتر شدند

ترجمہ: ''بے شک وہ بندگی کرنے سے سلطان بن جاتے ہیں۔اس طرح جہان اور جہان والوں سے بہتر ہو جاتے ہیں۔''41

میں ان کی صحبت کا کیا حال بیان کروں، یہ فی الحقیقت اکسیر ہے۔حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے۔آپ ایک روز بلخ میں وعظ فرما رہے تھے جس میں ایک کفن چور بھی موجود تھا۔حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ سے فراغت کے بعد فرمایا، یا اللہ اس محفل میں شامل سب سے زیادہ گنہگار شخص کو بخش دے۔دعا کے بعد لوگ رخصت ہو گئے۔جب رات ہوئی تو وہ کفن چور ایک میت کا کفن اتارنے قبرستان پہنچا۔جب اس نے قبر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو غیب سے آواز آئی، تم پر افسوس ہے کہ تو آج ہی حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں بخشا گیا اس کے باوجود پھر گناہ میں مشغول ہوتا ہے؟ اس کفن چور نے یہ سنا تو اس کے دل پر ازحد اثر ہوا اور تمام گناہ ترک کر کے عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گیا۔

صحبتِ صالح ہے بہ از کیمیا
جس سے ہو قلبِ سیاہ کو بھی ضیا
تھا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دیکھ صحبت کا کمال
نور جس سے ہو گیا جسمِ بلال رضی اللہ عنہ

جب گئے پیغمبر خیر الزماں
جس جگہ پہنچے نہ وہمِ سالکاں
جس مکاں میں ہے خرد کا سر قلم
جب دھرا حضرت نے اس جا میں قدم
پہنچے جب جنت کے اندر بے گماں
اس کے کفشوں کا سنا کھڑکا وہاں

کفشوں: جوتیاں۔ پاپوش۔

اور کیا اس سے زیادہ ہو اثر
تو ذرا کہنے کو میرے غور کر
صحبتِ کامل کو بس کر اختیار
تاکہ تو اس بحرِ حیرت سے ہو پار
ترکِ لذت میں ہے جو کچھ ذائقہ
کون سمجھے اسے جز مردِ خدا
ترکِ لذت میں ہے جو لطف اے نگار
خاک تو بن جا تو ہو وہ آشکار

نگار: خوبصورت انسان۔

ہے جہاں ویرانی ظاہر عیاں
ہے وہاں آبادی باطن نہاں
ہے جہاں آبادی و کثرت وہیں
ہے پریشانی بھی اور ظلمت وہیں

# سبق نمبر 39

اے نفس و بدن تم (بھی) طاعتِ الٰہی میں میری موافقت کرو۔ میں نے تمہیں اس قدر آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ سنائی ہیں۔ اب تم نصیحت حاصل کرو اور کسی کامل کی صحبت اختیار کرو تاکہ تم اس بے بنیاد جہان یعنی ویران دنیا میں اُلو کی طرح بیٹھے نہ رہو۔ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفس کو تنبیہہ فرماتے ہیں:

توئی آں دست پر در مرغ گستاخ
کہ بودت آشیاں بیروں ازیں کاخ

ترجمہ: ”اے نفس! تو ہی وہ منہ زور پرندہ ہے کہ جس کا آشیانہ اس جہاں سے پرے تھا۔“41

چو دونہ چغد ایں ویرانہ گشتی
چرا زاں آشیاں بیگانہ گشتی

ترجمہ: ”تو اپنے اصل ٹھکانے سے بیگانہ ہو کر اس ویرانے سے دل لگا بیٹھا۔“41

بیَفشاں بال و پر زآمیزش خاک
بہ پر تا کنگرہ ایوان افلاک

ترجمہ: ”اس لیے خاک آلودہ اپنے بال و پر کو صاف کر کے افلاک کی بلندیوں تک پرواز کر جا۔“41

یا اللہ جل شانہٗ اس پاک گروہ کی کامل محبت عنایت فرما۔ آمین ثم آمین۔ جو میری اِس آمین پر آمین کہے اسے بھی بخش دے اور اسے بھی ان کی محبت عنایت فرما۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے مدت تک ابلیس لعین کو

دیکھنے کی آرزو رہی تا کہ اس سے پوچھوں کہ اس نے فرمانِ الٰہی کے مطابق آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں نہ کیا؟ فرماتے ہیں کہ ایک روز اتفاقاً میں مسجد کے دروازے سے باہر نکلا ہی تھا کہ ایک شخص سامنے سے آیا جسے دیکھتے ہی میرے دل میں وحشت ہوئی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں تیری آرزو یعنی ابلیس لعین ہوں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ تجھے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟ ابلیس لعین نے جواب دیا کہ توحیدِ الٰہی مانع آئی تا کہ کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک نہ کروں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس کا جواب سن کر بہت حیران ہوا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے دل میں ہدایت وارد ہوئی۔ میں نے جواب دیا کہ تو جھوٹا ہے اور جھوٹ کہتا ہے۔ اگر تو بندہ ہوتا تو اس کے حکم کی فرمانبرداری کرتا اور اس کے حکم سے سر نہ پھیرتا بلکہ سرِ تسلیم خم کر کے حکم بجالاتا۔ جب لعین نے یہ سنا تو چیخ مار کر کہا کہ ہائے میں جل گیا ہوں۔ پھر فوراً اڑ گیا۔

اہلِ دل را ذوق فہم دیگر است
کاں زفہم ہر دو عالم بہتر است

ترجمہ: ''اہل دل لوگوں کا ذوق مختلف ہوتا ہے اس طرح ان کا فہم بھی دونوں جہانوں سے بہتر ہوتا ہے۔''41

ہر کہ آں را فہم درکار اَفگند
خویش را در بحرِ اسرار اَفگُند

ترجمہ: ''جس کسی کو وہ سمجھ حاصل ہو جاتی ہے وہ اپنے آپ کو اسرار و رموز کے سمندر میں داخل کر لیتا ہے۔''41

اے طالبِ مولیٰ خوب جان کہ یہ وہ گروہ ہے جس کے نام سے شیطان اور شیطان کے خطرات دور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی امداد اور رحمتِ الٰہی ہر وقت اس

گروہ کے شامل حال رہتی ہے۔ اگر تجھے ان کی صحبت نہ مل سکے تو تُو ان سے غائبانہ محبت رکھ۔ اگر تو ان کے ساتھ خالص محبت رکھے تو تجھ پر بھی رحمتِ الٰہی وارد ہوگی۔ دنیا میں ان کی صحبت سے جو مغفرت حاصل ہوتی ہے اسے تو سمجھ ہی چکا ہے۔ اب ہوشیار ہو کر ان کی صحبت کو مضبوط پکڑ، اللہ تعالیٰ تیری مدد کرے۔

## باب چہارم

# ذکرِ الٰہی سے وصلِ الٰہی

## سبق نمبر 40

اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذکرِ الٰہی سے اللہ کا وصل حاصل ہوتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ اپنے پاک کلام پارہ دو کے شروع میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔

(البقرۃ 2، آیت: 152)

ترجمہ: ''تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اور میرا شکر کرو اور میرے ساتھ کفر نہ کرو۔''

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اپنے تمام بندوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور میرے ساتھ کفر نہ کرو۔ ابو نعیم اور دیلمی نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اے بندو تم مجھے اطاعت کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں مغفرت کے ساتھ یاد کروں گا۔ لفظِ ذکر کے معنے یاد کرنے کے ہیں خواہ زبان کی حرکت کے ساتھ یاد کیا جائے یا فکر (یعنی مراقبہ اور تدبر) کے ساتھ یاد کیا جائے۔

اب ذکر کی ہر قسم علیحدہ علیحدہ بیان کی جاتی ہے۔ ذکرِ لسانی: یعنی زبان کا ذکر یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں اور حدیث شریف میں دیئے گئے ذکر کریں

اور قرآن مجید پڑھیں۔

## ذکرِ قلبی:

یعنی دل کا ذکر یہ ہے کہ صدقِ دل سے اس کی طرف متوجہ ہونا، اس کے غیر کی محبت دل سے نکالنا اور اس کی صنعت اور قدرت کے عجائبات میں غور وفکر کرنا۔

## بدنی ذکر:

یہ ہے کہ اپنے ہاتھ، پاؤں اور تمام بدن کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مشغول کرنا، جیسے نماز کے ارکان کا ادا کرنا یا ہاتھ پاؤں سے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی اور کام کرنا۔

# سبق نمبر 41

قرآن مجید میں ذکر کا حکم بہت جگہ مذکور ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بار بار ذکر کا حکم فرمایا ہے۔ ذکر کی فضیلت میں بہت حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔ اب وہ حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جو ذاتِ الٰہی کے وصل پر دلالت کرتی ہیں۔

صحیحین میں حدیث وارد ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى: "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ، وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِيْ فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ۔

(متفق علیہ؛ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ عزوجل (وَ يُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهٗ) صفحہ 1273، حدیث نمبر 7405، صحیح مسلم، صفحہ 1216، حدیث نمبر 6746-2675/2)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ

میرے متعلق جیسا گمان رکھتا ہے میں اپنے بندے سے ویسے ہی پیش آتا ہوں اور میں اسی کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر دل میں کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر اکیلے میں کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر محفل میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر محفل میں کرتا ہوں۔"

سبحان اللہ یہ اللہ کا کیسا انعام ہے کہ بندہ خاکی اَسْفَلَ السَّافِلِیْن [بہت نیچا، 41] کو وہ مولائے حقیقی، مالک الملک، مقربین فرشتوں اور مقرب ارواح کی جماعت میں یاد کرے۔

اے طالبِ مولیٰ خوش ہو کہ اللہ کے ذکر سے تجھے یہ نعمت بہت جلد حاصل ہو سکتی ہے۔ ہوشیار اور بیدار ہو اور وصل الٰہی کی طرف پیش قدمی کر اور اللہ کے ذکر کو اپنا رہنما بنا، پھر دیکھ ذاتِ الٰہی تیری طرف کس قدر رحمت اور محبت کے ساتھ توجہ فرماتی ہے: بخاری کی اس حدیث سے سمجھ حاصل کر:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ، رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ: اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاهُ"۔

(متفق علیہ؛ صحیح بخاری، ج 13، ص 580، تعلیقاً، فی باب "ولا تحرك لسانك لتعجل به" مشکاۃ المصابیح، جلد 1، ص 427، حدیث نمبر 2285، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، الفصل الثالث، حدیث نمبر 25)

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب بندہ میرا ذکر کرتا ہے یا میرے لیے ہونٹ ہلاتا ہے اس وقت میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔"

اس کا خلاصہ یہ ہے: یہ ایسا نہیں ہے جیسے ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کو بلاتا ہے تو دوسرا شخص پہلے اُس کی آواز سنتا ہے پھر اس کی طرف آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بندوں کی طرح نہیں ہوں کہ جب ایک پکارے تو دوسرا اس کی بات سنے بلکہ میرا بندہ جب میرا ذکر کرنے کے ارادے سے ہونٹ ہلاتا ہے تو اس کے ہونٹ ہلنے کے ساتھ فوراً ہی میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

## سبق نمبر 42

اے طالب اگر تجھے اس مسئلہ میں اب بھی شبہ ہے تو تُو اس آیت سے تسلی کر لے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

نَحنُ اَقرَبُ اِلَیهِ مِنۡ حَبلِ الوَرِیدِ۔

ترجمہ: ''ہم اپنے بندے سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

اگر تجھے اس آیت کے معنوں کی تفصیل کی ضرورت ہے تو یہ حدیث مبارک دیکھ:

عَنۡ اَبِیۡ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ''یَقُوۡلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: (مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِھَا) وَاَزِیۡدُ، وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَجَزَاءُ سَیِّئَۃٍ مِثۡلُھَا اَوۡ فَاغۡفِرُ، وَمَنۡ تَقَرَّبَ مِنِّیۡ شِبۡرًا، تَقَرَّبۡتُ مِنۡہُ ذِرَاعًا، وَّ مَنۡ تَقَرَّبَ مِنِّیۡ ذِرَاعًا تَقَرَّبۡتُ مِنۡہُ بَاعًا، وَّ مَنۡ اَتَانِیۡ یَمۡشِیۡ اَتَیۡتُہٗ ھَرۡوَلَۃً، وَّ مَنۡ لَّقِیَنِیۡ بِقُرَابِ الۡاَرۡضِ خَطِیۡئَۃً لَّا یُشۡرِکُ بِیۡ شَیۡئًا لَّقِیۡتُہٗ بِمِثۡلِھَا مَغۡفِرَۃً''

(رواہ مسلم۔ کتاب الدعوات۔ باب فضل ذکر والدعاء والتوب الی اللہ تعالیٰ۔ صفحہ 1220۔ حدیث نمبر 2687 / 22۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عز وجل والتقرب الیہ۔ ص 423۔ حدیث نمبر 2265؛ الفصل الاول، حدیث نمبر 5)

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک نیکی کرنے والے کو دس گنا زیادہ نیکیاں ملتی ہیں۔ لیکن گناہ کرنے کا بدلہ اس گناہ کے برابر ہے یا (ہوسکتا ہے) اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ جب بندہ ایک بالشت میری طرف بڑھتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی جانب بڑھتا ہوں، اور جب وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ سے بھی زیادہ قریب ہو جاتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ جو بندہ مجھ سے ملاقات کرتا ہے تو اگر اس کے گناہ تمام زمین کے برابر بھی ہوں تب بھی میں اس کے تمام گناہ بخش کر اس سے ملاقات کرتا ہوں۔"

سبحان اللہ کیا شان ہے رحمتِ الٰہی کی۔ باوجود بے پرواہ ہونے کے اس خاکی بندے کو کس قدر دوست رکھتا ہے اور اس کی ملاقات چاہتا ہے۔

اے بندے تجھے تو اس مولائے حقیقی سے ملاقات کے لیے تھوڑی سی کوشش بھی منزلِ مقصود تک پہنچا سکتی ہے۔ ملاقات کی کشش اور جذب والی یہ حدیث دل کو ہلا رہی ہے کہ تیرا رب تجھ پر تیرے سے زیادہ عاشق ہے۔ اگر پہلے تو اس کی طرف تھوڑا سا بڑھے تو وہ اس سے دوگنا سے بھی زیادہ تیرے قریب ہوگا۔ خوش قسمتی سے جب بندے کو رب کی ملاقات حاصل ہو جائے تو پھر بندے کی جو حالت ہو جاتی ہے اس کا مختصر تذکرہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمائی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ، وَ مَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ، فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا، وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَکْرَهُ مَسَاءَتَهٗ۔

(رواہ البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، صفحہ 1127، حدیث نمبر 6502۔ مشکاۃ المصابیح، جلد 1، ص 424، حدیث نمبر 2266، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، الفصل الاول، حدیث نمبر 6)

ترجمہ: ''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے ولی کو تکلیف پہنچاتا ہے بے شک میرا اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ وہ شے جو مجھے بہت ہی پیاری ہے اُسے میں نے بندے پر فرض کر دیا جس کے ذریعہ وہ میرے قریب ہو جاتا ہے۔ (یعنی جب وہ فرضوں سے تقرب حاصل کرتا ہے تو مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ 12)''

جب بندہ نوافل کی ادائیگی میں ہمیشگی کرتا ہے تا کہ (نوافل) کے ذریعہ میرا قُرب حاصل کرے تو میں اسے دوست بنالیتا ہوں۔ پس جس وقت میں اسے دوست بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں

جس سے کہ وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے کہ وہ کام کرتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے تو میں اسے ضرور پورا کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے کسی چیز کی پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔ میں اس کا کوئی کام کرنے میں توقف اور تاخیر نہیں کرتا سوائے روح قبض کرنے کے کیونکہ بندۂ مومن موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی تکلیف کو ناپسند کرتا ہوں۔ ]

## سبق نمبر 43

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ وصل ذات کی انتہا جو بندہ کو حاصل ہوتی ہے اُسے صوفیاءِ کرام کی اصطلاح میں بقا باللہ کہتے ہیں جو صوفی کو فنا کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ مگر اس میں بہت سے راز ہیں جنہیں ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ البتہ جو لوگ فانی فی اللہ ہیں وہ ان معانی کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اسی مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ، کان، پاؤں بن جانے کے شریعت میں تو یہ معنی ہیں کہ یہ اعضا آلہ ہیں جن سے کام کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا بندہ جسے ذاتِ الٰہی کا مکمل وصل حاصل ہو چکا ہو، جب کوئی کام کرنے لگتا ہے تو وہ کام فوراً ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ جب کسی چیز کو بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اسباب کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ارادۂ الٰہی سے اسی وقت عدم سے وجود میں آ جاتی ہے۔ قربِ الٰہی کی وجہ سے یہ صفت عکسی طور پر بندہ کو بھی عنایت ہو جاتی ہے۔ جس وقت بندہ کسی کام کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو یہ ہاتھ فقط ظاہری سبب ہوتا ہے، حقیقت میں وہ کام خدا کی طاقت سے ہو جاتا ہے۔ دراصل ان اعضا کی طاقت وقوت میں مددِ الٰہی شامل حال رہتی ہے۔ عناصر (جن سے مل کر انسان بنتا ہے) کی ترکیب اور کھانے پینے سے جو طاقت حاصل ہوتی ہے وہ طاقتِ الٰہی کے مقابلہ میں ختم ہو جاتی ہے اور اس کے تمام افعال، اقوال اور ارادے رضائے الٰہی کے

مطابق ہوجاتے ہیں جس سے بارگاہِ الٰہی میں دعا فوراً قبول ہونے لگتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے یہ معنی بیان فرماتے:

لَا یَسْمَعُ شَیْئًا وَّلَا یُبْصِرُ شَیْئًا وَّلَا یَبْطِشُ شَیْئًا اِلَّا الْحَقَّ سُبْحَانَہٗ مَنْظُوْرُہٗ وَمَشْھُوْدُہٗ۔

ترجمہ: ''حق سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کسی شے کو نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے، نہ ہی ہاتھ سے چھوتا ہے۔ اس کے پیشِ نظر فقط مشاہدۂ نورِ حق ہوتا ہے۔''

وہ ذرے ذرے میں اس کے نور کی چمک دیکھتا ہے یہاں تک کہ اس کے ہاتھ پاؤں اور آنکھوں پر بھی انوارات الٰہی کی تجلیات وارد ہوتی ہیں اور وہ اپنے آپ کو انواراتِ الٰہی میں گم دیکھتا ہے اور تجلیاتِ ذاتی اور صفاتی میں مستغرق ہوجاتا ہے۔ نفس کے شر، حرص اور حدوث (یعنی غیر اللہ) سے چھٹکارا حاصل کرلیتا ہے اور وحدت کے نورِ قدیم میں فنا ہوجاتا ہے۔

اس حدیث سے یہ فرق ظاہر ہوا کہ وہ قربِ الٰہی جو فرائض سے حاصل ہوتا ہے اس سے بندہ کو ذاتِ الٰہی میں فنائے ذاتی حاصل ہوتی ہے اور جو قربِ الٰہی نوافل سے حاصل ہوتا ہے اس سے صفاتِ الٰہی میں فنا حاصل ہوتی ہے۔ ہاتھ، کان، پاؤں بن جانا یہ صفات ہیں، یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پس معلوم ہوگیا کہ سب عبادتوں سے مقدم، افضل اور اعلیٰ عبادت فرائض ہیں۔ لہٰذا فرائض کی ادائیگی کے بعد (نفلی) عبادت سے قربِ الٰہی کا ارادہ کرے ورنہ محویتِ ذاتی مکمل طور پر حاصل نہ ہوگی اور مرتبۂ عبودیت حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوگا بلکہ نافرمانوں میں شمار کیا جائے گا۔ یہ حکم ان سالکوں کے لیے ہے جو عقل اور ہوش رکھتے ہیں جبکہ مجذوب اور مست لوگوں پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

# سبق نمبر 44

اے طالبِ مولیٰ انصاف کی نگاہ سے غور کر اور کسی اہل اللہ سے کچھ مجاہدہ سیکھ کر اس میں مشغول ہو تاکہ تیرے اوپر یہ راز مشاہدہ کے طور پر کھلے کہ اللہ جل شانہٗ کس قدر بندے کو اپنے وصل کی طرف بلاتا ہے۔ خوش قسمتی سے وصل حاصل ہونے کی صورت بھی اس حدیث میں مختصر طور پر بیان فرما دی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ضرور یاد کرتا ہے۔ جب بندہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی بندے کا ذکر ہمیشگی سے کرتا ہے۔ پھر تو ذکر کرتے کرتے نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ آپس میں مل جاتے ہیں اور ملاپ ایسا ہوتا ہے کہ دوئی اٹھ جاتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔ مگر واضح رہے کہ اس قدر وصل کے باوجود بندہ بندہ ہی رہتا ہے اور اللہ جل شانہٗ کی ذات جس طرح پہلے قدیم تھی، اب بھی ویسی ہی قدیم ہے اور ہمیشہ ویسی ہی قدیم رہے گی، اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے۔ البتہ بندہ اس کی ذاتی اور صفاتی تجلیات کا مظہر ہو جاتا ہے۔

یہ مسئلہ بہت مشکل ہے اس لیے عوام الناس کچھ کا کچھ سمجھ لیتے ہیں، جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ پر سے کبوتر بن جاتا ہے لہٰذا (سمجھانے کے لیے) اس کی ایک مثال اور بیان کی جاتی ہے۔ جب لوہار لوہے کا ایک ٹکڑا آگ میں رکھ کر دھونکنی سے اچھی طرح پھونکتا ہے تو نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اس لوہے کے ٹکڑے کی صورت، شکل اور تاثیر بالکل ختم ہو جاتی ہے اور آگ کے آثار اس پر (اس قدر) غالب ہو جاتے ہیں کہ وہ آگ کی طرح جلانے لگتا ہے۔ اب جو شخص اسے دیکھتا ہے وہ تمیز نہیں کر سکتا کہ وہ آگ کی چنگاری ہے یا لوہے کا ٹکڑا۔ چونکہ ظاہر صورت اس کی بالکل آگ کی سی ہو گئی ہے اور وہ ایسے ہی کام کرنے لگ گیا اس لیے آگ کہہ سکتی ہے کہ اب وہ لوہے کا

ٹکڑا نہیں رہا، میں ہی ہوں۔ دیکھ لو میرے جیسی صورت اس کی، میرے جیسے کام اس کے، میرے جیسا جلانا اس کا، میرے جیسی گرم، خشک اور میرے جیسا ہی اس کا چاندنا۔ آگ بھی اپنے دعوے میں سچی ہے کیونکہ آگ کا دعویٰ باعتبار ظاہر صورت اور افعال اور تاثیر کے ہے نہ کہ اس کی ذات کا کیونکہ ہر اہلِ تمیز اس بات کو سمجھتا ہے یہ ٹکڑا فی الحقیقت لوہے کا ہے۔ اسے آگ کا بہت زیادہ قرب ہونے کی وجہ سے اس میں استغراق ہو گیا اور کاریگر نے خوب دھونکنی پھونکی، لہٰذا لوہے کو یہ جوش آگ کے قرب کی وجہ سے ہو رہا ہے ورنہ حقیقتاً لوہے کی ذات آگ نہیں بنی۔ اسی لیے آگ بھی دعویٰ کر رہی ہے کہ یہ میں ہوں اور اپنے دعوے میں سچی مانی جاتی ہے اگرچہ دونوں میں فرق بھی ہے۔ اس طرح جب بندہ کو اپنے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے تو صفاتِ خداوندی اور تجلیاتِ ذات وارد ہوتی ہیں تو اس وقت بندہ صفاتِ خداوندی کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے۔

او بدل گشت و بدل شد کارِ او
لطف گشت و نور شد ہر نارِ او

ترجمہ: "جب وہ بدل جاتا ہے تو اس کے سارے کام بھی بدل جاتے ہیں۔ جب لطفِ الٰہی ہو جاتا ہے تو آگ بھی نور ہو جاتی ہے۔"41

پھر اس سے خرقِ عادات اور کرامات ظاہر ہونے لگتے ہیں اور مخلوق اس کی طرف رجوع کرنے لگتی ہے اور اپنی مشکل کشائی اور عقدہ کشائی کے لیے اس کی طرف رجوع کرتی ہے۔ پھر یہ صفت اس پر ظہور پذیر ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اگر کوئی تم سے یہ کہے کہ مغرب کا پہاڑ بغیر پاؤں کے مشرق میں چلا گیا اور مشرق کا مغرب میں تو یہ ممکن ہے مگر یہ نہ ماننا کہ خدا کی تقدیر نیک بندہ کی دعا کے بغیر بدل گئی کیونکہ تقدیرِ معلق نیک بندہ کی دعا کے ساتھ بدل جاتی ہے۔ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ نیک بندہ کی دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مرد کامل کی تعریف میں فرماتے ہیں:

اولیا را ہست قدرت از الٰہ

تیر جستہ را باز گر دانند زراہ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء اللہ کو یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ کمان سے نکلا ہوا تیر بھی راستے سے واپس کرا لیتے ہیں۔''41

## سبق نمبر 43

ہم نے جو لوہے کی مثال بیان کی ہے یہ صرف لوہے کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ ہر چیز اپنے ساتھی سے متاثر ہو کر اس جیسے فعل کرنے لگتی ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی حکایت بیان فرماتے ہیں:

گلے خوشبوئے در حمام روزے

رسید زِ دست محبوبے بدستم

ترجمہ: ''ایک روز ایک دوست نے مجھے حمام میں خوشبودار مٹی کا ایک پیڑا تحفہ میں دیا''41

بدُو گفتم کہ مُشکی یا عبیری

کہ بوئے تو دل من آویز مستم

ترجمہ: ''میں نے اس مٹی سے سوال کیا کہ تو مشک ہے یا کستوری، گلاب ہے یا چنبیلی؟ میں تیری خوشبو سے مست ہو رہا ہوں۔''41

بگفتا من گلے ناچیز بودم

ولیکن مدتے چند باگل نشستم

ترجمہ: ''اس نے (زبان حال) سے کہا، میں تو ناچیز مٹی ہی ہوں، لیکن کچھ عرصہ پھول کی صحبت میں رہی ہوں۔''41

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ترجمہ: ''میرے ساتھی (پھول) کی مہربانی سے مجھ میں بھی خوشبو آ گئی،
وگرنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو کہ پہلے تھی۔''41

غور کرو کہ وہ مٹی جس میں ادراک، فہم اور معرفت نہیں ہوتی اور وہ بے حس و حرکت ہوتی ہے اس کے باوجود وہ پھول کی صحبت سے خوشبو دار ہو گئی اور ساتھی سے متاثر ہو کر اس جیسی خوشبو دینے لگی۔

(وصل حاصل کرنے والے) افراد کی شان میں یہ آیت وارد ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ (التین، آیت:4)

ترجمہ: ''ہم نے انسان کو بہت ہی عمدہ شکل میں پیدا کیا۔''

یعنی انسان کو سب صورتوں سے اعلیٰ، عزت، مرتبہ اور جمال والی صورت دی گئی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ۔ (بنی اسرائیل، آیت:70)

ترجمہ: ''ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو بہت زیادہ عزت دی ہے۔''

کیونکہ یہ عالم (انسان) جمع ہے اور اس میں تمام صفتیں مثل سمیع، بصیر، علیم اور قدیر موجود ہوتی ہیں۔ اگر یہ قربِ الٰہی حاصل کرے تو یہ اس عہدے کا مستحق ہے کہ اس پر صفاتِ خداوندی وارد ہوں اور ذاتِ الٰہی کا مظہر بن کر اکمل طور پر خلافت کا حق ادا کرے اور دنیا میں خدا کا خلیفہ ہو کر خلق خدا کو خدا سے ملا دے۔ جس شخص کو ہدایت سے کچھ حصہ ملا ہے اور بصارتِ ایمانی کے نور سے منور ہے اسے معجزات اور کرامات کے تسلیم کرنے میں کیا تامل ہے؟ جب تم پر یہ واضح ہو گیا کہ جب بندے کو کامل طور پر قربِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے تو اسے ذاتِ الٰہی میں فنائے ذاتی اور صفاتِ الٰہی میں

فنائے صفاتی حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر وہ جو کام کرتا ہے وہ حقیقت میں خداوند تعالیٰ کے کام ہوتے ہیں۔ یقین جان کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر کر رہی ہے جس میں اللہ جل شانہٗ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ (الفتح، آیت:10)

ترجمہ: "اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بے شک جن لوگوں نے تیری بیعت کی انہوں نے فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی بیعت کی اور ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔"

اولیاء کی کرامات بھی اسی قسم سے تعلق رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کا بہت ہی لحاظ کرتا ہے، وہ جو کچھ زبان سے کہہ دیں اللہ تعالیٰ اسے رد نہیں کرتا۔ اگر وہ کسی معاملہ میں قسم ڈال دیں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتا ہے۔ [یہ اس حدیث مبارک کی طرف اشارہ ہے:

کَمْ مِنْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَا یُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔

(کنز العمال، جلد 11، حدیث نمبر 33154، فضائل البراء بن مالک رضی اللہ عنہ بحوالہ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب البراء بن مالک رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر 3854۔ الجامع الصغیر، صفحہ 399، حدیث نمبر 6412۔ البیہقی فی دلائل النبوۃ، جلد 6، صفحہ 368؛ النہایہ ابن اثیر، جلد 3، صفحہ 125)

ترجمہ: "بہت سے پریشان حال بندے ایسے ہیں کہ لوگ ان کی پرواہ نہیں کرتے، حالانکہ (خالق کے سامنے ان کی قدر و قیمت یہ ہے کہ) اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو وہ اسے پورا کر دیتا ہے۔"41

# سبق نمبر 44

(ذکر کرنے والوں کی) محبت ہر چیز میں ڈال دی جاتی ہے۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ سکرت کی حالت میں ہو گئے تھے اور ننگے پاؤں رہتے تھے۔ (ان کا کہنا تھا) کہ یہ زمین اللہ تعالیٰ کا فرش ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا۔ (الذریٰت، آیت:48)

ترجمہ: "ہم نے زمین کو بچھونا بنایا۔"

اور مجھے اللہ تعالیٰ کا بچھونا پیارا معلوم ہوتا ہے (اس لیے اس پر جوتا نہیں رکھتا۔) کہتے ہیں کہ جب تک حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے چار پائے راستے اور بازار میں پیشاب، گوبر، لید وغیرہ نہیں کیا کرتے تھے۔ لوگ حیران ہوتے تھے کہ چار پائے بھی حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا لحاظ کرتے ہیں۔ یہ صرف اس لیے تھا کیونکہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ننگے پاؤں رہا کرتے تھے لہٰذا ان کے پاؤں کو نجاست نہ لگے۔

ایک روایت یہ ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں چلے آرہے تھے کہ راستے میں ایک دہی فروش عورت رو رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے رونے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا کہ میرا دہی کا گھڑا گر گیا ہے اور دہی زمین میں جذب ہو گیا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمین کو آواز دے کر فرمایا کہ اے زمین اس کا دہی باہر نکال دے ورنہ میرے ہاتھ میں یہ محمدی درہ ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے تیرے ساتھ عدل کروں گا۔ اسی وقت زمین نے تمام دہی اُگل دیا۔ دہی فروش عورت گھڑا بھر کر اپنے گھر کو روانہ ہو گئی۔

ایک اور نقل ہے کہ حضرت اسد اللہ الغالب علیٰ کل غالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ایک مفلس مسلمان نے ایک یہودی سے کچھ مانگا۔ اس نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ تو مسلمان ہے لہٰذا تو مسلمانوں کے خلیفہ امیر المومنین علی کرم

اللہ وجہہ سے سوال کر۔ اس مسلمان سائل کو اس یہودی کے طعنہ سے بہت غیرت آئی اور مارے شرم کے اس کے مکان سے باہر نکل آیا۔ اچانک سامنے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ظاہر ہوئے۔ اس سائل نے آپ کے حضور اپنا حال بیان کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ حال سن کر پانچ دفعہ درود شریف پڑھ کر اس کی ہتھیلی پر پھونک کر مٹھی بند کر دی اور فرمایا جا۔ جب تھوڑی دور جا کر اس نے مٹھی کھولی تو دیکھا کہ مٹھی میں پانچ اشرفیاں ہیں۔ اس پاک گروہ کی کرامتیں اور سیف زبانیاں کہاں تک بیان کروں، ان کی کوئی انتہا نہیں:

مردِ کامل کو جو تو سمجھے حقیر
ہے نظر بندی یہ اے مردِ خبیر
ہے وہ شاہِ دو جہاں بحر و بر
تو جسے سمجھا ہے مفلس اے پسر
حکم میں ان کے یہ ہیں سنگ و حجر
چوب و باد و آب و خاک و خشک و تر
غیب سے آتا ہے رزق ان کو سدا
حاجتیں کرتا ہے حق ان کی روا
گرسنہ سو دیں اگر مردانِ حق
غیب سے آتے ہیں کھانے کے طبق

[گرسنہ سو دیں: اگر بھوکے سو جائیں۔41]

پر شکم اٹھتے ہیں فرش خواب سے
ان کو استغنا ہے نان و آب سے
حق تعالیٰ جس کا ہو پروردگار
حشمتِ دنیا سے کیا ہے اس کو کار

باب پنجم

# ذکر کرنے والوں سے محبت کرنے والے

## سبق نمبر 45

اس مسئلہ کے بیان میں کہ جو شخص اہلِ ذکر یعنی اولیاء، علماء اور صلحاء سے محض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مقبول بندوں میں شامل کر لیتا ہے۔ اگر اس سے ملاقات نہ بھی ہوئی ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ میدانِ قیامت میں ان کی ملاقات کرائے گا اور اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔

جاننا چاہیے کہ جو شخص اہل اللہ کو محض اللہ تعالیٰ کے لیے دوست رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اہل اللہ کے ساتھ اس محبت کرنے والے کو بھی بخش دے گا۔ حدیث شریف ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن سب سے پہلے میری امت سے ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں داخل کرے گا۔ پھر ہر ایک کے ساتھ گیارہ گیارہ ہزار آدمی بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ ستر ہزار لوگ اولیاء اللہ کا وہ گروہ ہے جنہیں دنیا میں اگر بیماری آتی تو علاج نہیں کیا، خوشی کے وقت فخر نہیں کیا بلکہ توکل کرتے ہوئے رضائے الٰہی میں رہے۔ گیارہ گیارہ ہزار لوگ جو ہر ایک کے ساتھ بخشے جائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کے لیے ان سے محبت رکھتے تھے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ کے دوست بے حساب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے دوستوں کو بھی ان کے ساتھ بے حساب جنت میں داخل کیا جائے گا۔ جیسا کہ

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب علامۃ حب، صفحہ 1050، حدیث نمبر 6169، صحیح مسلم، کتاب الادب، باب المرء مع من احب، صفحہ 1200، حدیث نمبر 6660-2640/165، مشکاۃ المصابیح، جلد 2، کتاب الادب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، صفحہ 218، حدیث نمبر 5008، الفصل الاول، حدیث نمبر 6)

ترجمہ: ''جس کے ساتھ کسی کی محبت ہوگی اس کا حشر بھی اسی کے ساتھ ہوگا۔''

اس کی فضیلت میں یہ حدیث شریف وارد ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ؟ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ۔

(صحیح مسلم، کتاب الادب، باب فضل الحب فی اللہ، صفحہ 1175، حدیث نمبر 6494-2566/37، مشکاۃ المصابیح، جلد 2، حدیث نمبر 5006)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں تاکہ آج میں انہیں اپنے سائے میں بٹھاؤں جس دن میرے سوا کسی کا سایہ نہیں۔''

**فائدہ:** جنت میں داخلہ سے پہلے سورج (زمین کے) بالکل قریب ہوگا اور سخت گرمی ہوگی۔ ہر شخص گرمی کی وجہ سے سخت گھبراہٹ میں ہوگا اور کسی کو کسی کی خبر تک لینے کا ہوش نہ ہوگا اور ہر کوئی نفسی نفسی پکار رہا ہوگا۔ اس روز جنت میں داخلہ سے قبل قیامت کے میدان میں (اللہ تعالیٰ کا سایہ) اہلِ محبت پر ایک انعام ہوگا۔ یہ دن اتنا سخت ہوگا کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ (عبس، آیات:34 تا 36)

ترجمہ: ''اس دن ہر آدمی اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا۔''

وہ ایسا دن ہے کہ بھائی بھائی سے، بیٹے ماں سے اور مرد عورت سے بھاگیں گے۔ کوئی کسی کا دوست نہ ہوگا۔ ہر کوئی گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے ہی پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا:

جب کہ اسرافیل پھونکے صور کو
مرد و زن کی روح ہر ایک زندہ ہو
ہوگی اوپر کی طرف سب کی نظر
ایک ہو گا دوسرے سے بے خبر
خوف سے کانپے گا ہر ایک مثل بید
رنگ دہشت سے ہو خلقت کا سفید
اطلاع اس میں نہ ہو ہرگز کبھی
مرد کو زن کی، نہ زن کو مرد کی

## سبق نمبر 46

اُس روز ایسی تکلیف کے وقت اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بلائے گا جنہوں نے مال، رشتہ، خوف اور دنیا کی عاشقی معشوقی کی بجائے محض اللہ تعالیٰ کی لیے آپس میں محبت رکھی۔ بلکہ اسے اس وجہ سے اپنا دوست بنایا اور اس سے محبت رکھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دوست اور پیارا ہے۔ یہ محبت بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے بِجَلَالِیْ یعنی میری عظمت، عزت اور حرمت کی بنا پر اس نے میرے دوست سے دوستی کی۔ دنیا میں کوئی بھی شخص کسی کے غلام کے ساتھ محبت محض اس کے آقا کی وجہ سے کرتا ہے۔ (دوست کے غلام کی عزت کر کے) دراصل وہ اس کے آقا کی محبت، حرمت اور عظمت (کا اظہار) کرتا ہے۔ جب آقا کو معلوم ہوتا ہے کہ میرے غلام سے محبت میری وجہ سے کرتا ہے تو آقا کے دل میں بھی اس کی وقعت اور عزت بڑھ جاتی ہے۔ تو بھی جان لے کہ محض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت صرف اولیاء اللہ، علماءِ راسخین اور صالحین بے ریا سے کی جا سکتی ہے، ان کے علاوہ اس کا کوئی مستحق نہیں۔ کفار، فاسق اور فاجر کیونکہ خدا کے دوست ہیں ہی نہیں اس لیے ان کی محبت تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو ہی نہیں سکتی بلکہ ان کی محبت صرف شیطان کے لیے ہوگی۔ البتہ انہیں راہِ راست پر لانے، ہدایت کرنے یا ان کے لیے ہدایت کی دعا کرنے کے لیے اُن کے ساتھ نیکی اور بھلائی ہو سکتی ہے۔ لیکن محبت اور خلوص اور ہی چیز ہے، کفار، فاسق، فاجر اس کے مستحق ہو ہی نہیں سکتے۔

جو یہ فرمایا ہے کہ اس روز میرے علاوہ کسی کا سایہ نہ ہوگا۔ شارحین محققین نے اس سے یہ مراد لی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کا پردہ اور راحت عنایت کرے گا تا کہ انہیں کسی طرح کی تکلیف، غم اور فکر نہ ہو۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ اللہ جل شانہٗ کے عرش کا سایہ ہوگا جسے شرافت (یعنی بزرگی) کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ یہ میرا سایہ ہے۔ اب معلوم ہوگیا کہ اولیاء اللہ سے محبت کرنے کی وجہ سے اللہ جل شانہٗ تمہیں کتنا اعلیٰ انعام دینے کا وعدہ فرماتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ فرمائے گا کہ میری وجہ سے محبت کرنے والوں کو ایسی سخت (تکلیف کی) حالت میں بلا کر پہلے میرے سایہ میں جگہ دو تا کہ انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

اے طالبِ مولیٰ! اگر تو غور کرے تو اس انعام کے مقابلہ میں کوئی انعام معلوم

نہیں ہوتا۔ کیونکہ اوروں کو تو جنت میں جا کر دیدار ہوگا جبکہ محبت کرنے والے سے فرمایا کہ میں انہیں دخولِ جنت سے پہلے ہی اپنے سائے میں جگہ دے دوں گا۔ (سبحان اللہ) دیدارِ الٰہی میں کیا کمال درجہ کا استغراق ہے، کیونکہ سایہ والے سے سایہ کسی صورت میں جدا نہیں ہوتا۔

اس انعام کا وعدہ تو قیامت کے لیے ہے۔ محض اللہ لیے محبت کرنے والے کے لیے جو انعام دنیا میں ہے وہ بھی سن لے کہ اللہ تعالیٰ کیا خوشخبری فرماتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

اِنَّ رَجُلاً زَارَ اَخًا لَّهٗ فِیْ قَرْيَةٍ اُخْرٰی فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰی مُدْرَجَتِهٖ مَلَكًا قَالَ: اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: اُرِيْدُ اَخًا لِّیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ۔ قَالَ: هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ اَنِّیْ اَحْبَبْتُهٗ فِی اللّٰهِ۔ قَالَ: فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ۔

(صحیح مسلم، کتاب الادب، باب فضل الحب فی اللہ، صفحہ 1175، حدیث نمبر 6495-2567/38، مشکاۃ المصابیح، کتاب الادب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، جلد 2، صفحہ 218، حدیث نمبر 5007، الفصل الاول، حدیث نمبر 5)

ترجمہ: ”تحقیق ایک شخص دوسرے گاؤں میں رہنے والے اپنے بھائی کی زیارت کے لیے چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس راستہ پر ایک فرشتہ متعین کر دیتا ہے۔ وہ فرشتہ اس شخص سے پوچھتا ہے کہ تو کہاں جانے کا ارادہ رکھتا ہے؟ وہ شخص جواب دیتا ہے کہ اس گاؤں میں میرا (ایک) بھائی ہے اس سے ملاقات کے لیے جا رہا ہوں۔ فرشتہ پوچھتا ہے کہ کیا اس کے پاس کوئی ایسی نعمت ہے جسے تو

حاصل کرنا چاہتا ہے؟ وہ شخص جواب دیتا ہے کہ نہیں۔ بے شک میں اس سے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھتا ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی زیارت کو جارہا ہوں ورنہ میرا اس سے نہ تو کچھ لین دین ہے اور نہ کوئی رشتہ۔ میں نے اسے محض اللہ تعالیٰ کے لیے دوست بنایا ہے۔ وہ فرشتہ کہتا ہے مجھے اللہ جل شانہ نے تیری طرف بھیجا ہے تاکہ تمہیں خبر دوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ تجھے اسی طرح دوست رکھتا ہے جس طرح تو اس شخص کو دوست رکھتا ہے۔"

اور یہ لفظ جو آیا ہے کہ "اس کے پاس کوئی ایسی نعمت ہے جسے تو حاصل کرنا چاہتا ہے" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے اسے کچھ ایسی چیز دی ہے جس کے بدلے میں کچھ لینے کے لیے اس کے پاس جارہا ہے؟ اب حاصل یہ ہوا کہ اگر کوئی آدمی بغیر کسی لالچ کے، فقط اللہ کی خاطر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کا دوست اور مطیع سمجھ کر بھائی بنائے اور اس کی ملاقات کو جائے تو اس کے لیے یہ انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنا دوست بنالے۔ اپنے دنیاوی کام کے لیے جانے اور انہیں اپنا بھائی بنانے والے کو یہ انعام نہیں ملے گا۔

## سبق نمبر 47

واضح ہو کہ اولیاء اللہ کی محبت ہر حال میں فائدہ مند ہے۔ اسی محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرنے والا بھی انہی کے ساتھ شمار کیا جاتا ہے۔ دنیا میں دوری یا ان کے فوت ہو جانے کی وجہ سے اولیاء اللہ کی صحبت اور ملاقات نہ ہو سکی تو پھر بھی جو شخص دل و جان سے ان کے ساتھ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھے گا تو انہی اولیاء اللہ کے ساتھ شامل ہوگا اور قیامت کو انہی کے گروہ میں جنت میں داخل ہوگا۔ اس پر یہ حدیث شاہد ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَيْفَ تَقُوْلُ يَارَسُوْلَ اللهِ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَّلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.

(صحیح بخاری، صفحہ 1075، حدیث نمبر 6169، صحیح مسلم، صفحہ 1200، حدیث نمبر 6660-2640/165، مشکاۃ المصابیح، کتاب الادب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، جلد 2، صفحہ 218، حدیث نمبر 5008، الفصل الاول، حدیث نمبر 6)

ترجمہ: ''ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ایسے لوگوں سے دوستی رکھتا ہے جن سے وہ زندگی میں کبھی نہیں ملا اور نہ اس کا عمل اور مرتبہ اُن لوگوں جیسا ہے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص جس سے محبت رکھتا ہے اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔''

یہ حدیث شریف ان خوش قسمت لوگوں کو خوشخبری سنا رہی ہے جو علماءِ سلف، اولیاء اللہ اور ائمہ مجہتدین سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی نہیں کرتے بلکہ محبت کے ساتھ ان کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ لوگ نہ اُن سے ملاقات کر سکے، نہ عمر میں برابر ہیں، نہ زہد میں، نہ تقویٰ میں اس کے باوجود اپنی ہمت کے مطابق زہد اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کے راستے پر چلتے اور انہی کے طریقے پر عمل کرتے ہیں۔ مذہب، طریقت اور عقائد میں یہ لوگ دنیا اور عاقبت میں انہی کے گروہ میں شامل ہوں گے اور ان کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔ یقین جان کہ نقشبندی، قادری، سہروردی، چشتی سلسلے اور اسی طرح حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی دنیا میں متقدمین کے اسی گروہ کے ساتھ ہیں اور عاقبت میں ان کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔ ان کے مخالفوں کے منہ میں یہاں بھی آگ ہے اور آگے بھی آگ ہے جب تک کہ توبہ نہ کریں۔

اگر تیری اس سے بھی تسلی نہیں ہوئی تو ایک حدیث اور سن:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، اَنَّ رَجُلاً قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَتَی السَّاعَۃُ؟ قَالَ: "وَیْلَکَ! مَا اَعْدَدْتَّ لَھَا؟" قَالَ: مَا اَعْدَدْتُّ لَھَا اِلَّآ اَنِّیْٓ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ. قَالَ: "اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ". قَالَ اَنَسٌ فَمَارَاَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْئٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرْحَھُمْ بِھَا۔

(صحیح بخاری، صفحہ 1075، حدیث نمبر 6167، صحیح مسلم، صفحہ 1199، حدیث نمبر 2639/161، مشکاۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 218، حدیث نمبر 5009: الفصل الاول، حدیث نمبر 7)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک آدمی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرا بھلا ہو، تو نے قیامت کے لیے کیا تیار کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے قیامت کے لیے اور تو کچھ تیار نہیں کیا مگر میرے (دل) میں، اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت زیادہ محبت ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو جن سے محبت رکھتا ہے انہی کے ساتھ ہو گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو کسی چیز سے اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا جتنا کہ اس ارشاد پر خوش دیکھا۔"

## سبق نمبر 48

نیک یا برے آدمی کو اپنا دوست بنانے کے نفع اور نقصان کے متعلق اس حدیث میں بیان فرماتے ہیں:

مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ، کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَ

نَافِخُ الْكِيْرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا خَبِيْثَةً۔ (مشکاۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 219، حدیث نمبر 5010)

ترجمہ: ''نیک شخص کا ساتھ مُشک یعنی کستوری اٹھانے والے کی طرح ہے اور برے کا ساتھ دھونکنی پھونکنے والے کی طرح ہے۔ کستوری اٹھانے والے کے پاس جو بیٹھے گا تین فائدے اٹھائے گا۔ اول یہ کہ وہ تجھے کستوری مفت دے دے، دوم یہ کہ تو اُس سے خرید لے، سوم یہ کہ تو اس سے خوشبو پائے۔ اگر وہ تجھے مفت نہ بھی دے اور نہ ہی فروخت کرے تب بھی خوشبو کو تو وہ روک ہی نہیں سکتا۔ اس کی صحبت میں ہر حال میں نفع ہی نفع ہے۔ اگر دھونکنی پھونکنے والے کے پاس بیٹھے گا تو دو نقصان تو ہر صورت میں ملیں گے۔ اول یہ کہ تیرے کپڑے جلیں گے دوسرا یہ کہ اس سے دھواں آئے گا یا دونوں نقصان اٹھانے پڑیں گے۔''

برا دوست تیرا بہت وقت ضائع کرے گا اور پرہیزگاری حاصل کرنے میں رکاوٹ ڈالے گا جبکہ بدحالی، ناخوشی اور نقصان تو موجود ہیں ہی۔ ایسے دوستوں سے خدا پناہ دے۔ ایسا نیک دوست جس کے ساتھ اللہ لیے محبت کی جائے، تو اس کی محبت میں جو کچھ خرچ کیا جائے یا اس کی زیارت کی جائے، یا اس کے پاس بیٹھا جائے تو یہ سب رضائے الٰہی اور محبتِ الٰہی کا باعث ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف شہادت دے رہی ہے:

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مُحَبَّتِيْ

لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ۔

(مشکاۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 219، حدیث نمبر 5011)

ترجمہ: ''معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میرے لیے ان لوگوں کی محبت واجب ہوگئی جو میرے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں، میری خوشی کے لیے آپس میں مل کر بیٹھتے ہیں، میری رضا کی خاطر آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور میری عظمت اور جلال کی وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔''

اس سے آگے کی حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

يَقُوْلُ اللهُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَّنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَّغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَآءُ۔

(مشکاۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 219، حدیث نمبر 5011)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری بڑائی کی وجہ سے آپس میں محبت رکھنے والوں کے لیے نور کے ممبر ہیں اور انبیاء اور شہداء ان کی تعریف کریں گے۔''

گویا وہ بہت عمدہ شان والے ہیں یہاں تک کہ انبیاء اور شہداء بھی ان کی تعریف کریں گے۔ سبحان اللہ، کیا شان ہے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے والے کی کہ انہیں اللہ تعالیٰ جنت میں اعلیٰ مقام عنایت کرنے کا وعدہ فرماتا ہے۔

# سبق نمبر 49

یہ اللہ تعالیٰ کا وصل حاصل ہونے کا پھل ہے کیونکہ جب اہل اللہ کے پاس خلوصِ نیت سے بیٹھے گا تب ہی اسے اثر ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِاَبِیْ ذَرٍّ: "يَا اَبَا ذَرٍّ اَیُّ عُرَی الْاِيْمَانِ اَوْثَقُ؟" قَالَ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ: "اَلْمُوَالَاةُ فِي اللّٰهِ وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ، وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ۔

(مشکاۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 219، حدیث نمبر 5011)

ترجمہ: ''حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) ایمان کی کون سی رسی اور صفت اتنی مضبوط ہے کہ آخرت کی نجات اور ثواب کے حصول کے لیے اس کے ساتھ چمٹ جائیں؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے موالات ہے۔ (موالات کے معنی یہ ہیں: ایک شخص دوسرے شخص کو اپنا بھائی بنائے اور بھائی بنانے کا مقصد آپس میں محبت کو جاری کرنا ہوتا کہ مشکل میں ایک دوسرے کے کام آئیں۔ 12) اور دوستی بھی اللہ کے لیے اور دشمنی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے دوست کو اپنا دوست سمجھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس عمل کی وجہ سے بندے کو ہمیشہ کے لیے رضائے الٰہی،

حزب اللہ میں داخلہ، معاونت اور (اللہ اور اہل اللہ سے) محبت کرنا نصیب ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا عَادَ الْمُسْلِمُ اَخَاهُ اَوْزَارَهُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلاً۔

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 220، حدیث نمبر 5016)

ترجمہ: "جب مسلمان اپنے بھائی کی بیمار پرسی کرنے یا ویسے اس سے ملاقات کرنے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیری زندگی اور آخرت اچھی ہوئی اور تو نے جنت میں جگہ حاصل کرلی۔"

غور کرو کہ اللہ والوں سے محبت کرنے کی کس قدر فضیلت ہے۔ جب وہ رضائے الٰہی کے میدان میں اللہ کے دشمنوں سے اعلانِ جنگ کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بہادری دیکھ کر اس سے انعام کا وعدہ فرمالیتا ہے۔ اگر اہل اللہ سے دوستی رکھے تو چند دن دوستی کر کے چھوڑ نہ دے۔ دنیاوی باتوں سے اس پر ناراض ہو کر ان سے دور نہ ہو جائے بلکہ اس کا نام وغیرہ پوچھ لے اور اسے بتائے کہ میں تجھے اپنا دوست رکھتا ہوں تاکہ وہ اہل اللہ اس کے حق میں دعا کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ اَنَّهٗ يُحِبُّهٗ۔

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 220، حدیث نمبر 5016)

ترجمہ: "جب کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے یعنی اسے اپنا دوست بنائے تو اُسے چاہیئے کہ (اپنے اُس بھائی کو) اپنی دوستی کی خبر دے تاکہ وہ بھی اُسے دعائے خیر میں یاد رکھے۔"

اس بات کا خیال رہے کہ جسے تو دوست بنانا چاہتا ہے اگر وہ حزب اللہ کے

گروہ یعنی خدا کے دوستوں میں سے ہو گا تب تمہارا حصہ ان فضائل میں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے علاوہ دوسروں سے محبت کرنے کی ممانعت فرمائی ہے بلکہ ان کے ساتھ بیٹھنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے، جیسا کہ اس حدیث شریف سے واضح ہے:

لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَّلَا يَاكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ۔

(مشکاۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 220، حدیث نمبر 5018)

ترجمہ: ''نیک مومن کے علاوہ کسی سے دوستی نہ رکھ اور تیرا کھانا صرف پرہیزگار شخص ہی کھائے، (فاسق آدمی نہ کھائے۔)''

یہاں کھانے سے مراد دعوت کا کھانا ہے جو محبت کی وجہ سے کی جاتی ہے ورنہ بھوکے کو کھانا کھلانا درست ہے۔ تجھے معلوم ہو گیا کہ نیک انسان کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ محبت جائز نہیں۔

مگر اس زمانہ میں بہت مشکل ہو گئی ہے کہ بظاہر تو صورتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں مگر دل خراب ہیں۔ جیسے کہ انڈوں کی ظاہر صورتیں ایک جیسی ہیں مگر اندر سے کوئی گندہ ہوتا ہے کوئی صاف۔ باہر سے دیکھ کر تو گندے کو بھی اچھا سمجھ کر خرید لے گا۔ جب اس انڈے کو استعمال میں لائے گا تو معلوم ہو گا کہ گندہ ہے لیکن اب اس کا علاج مشکل ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ تیرا دوست اندر اور باہر سے نیک ہے یا نہیں۔ پھر اگر وہ دوستی کے لائق ہے تب اس سے دوستی کر ورنہ اس سے دور رہ۔ حضور اکرم ﷺ اس بارے میں فرماتے ہیں:

اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ۔

(مشکاۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 220، حدیث نمبر 5019)

ترجمہ: ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس تمہیں سوچنا

چاہیے کہ تمہاری محبت کس کے ساتھ ہے؟''

یعنی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے دوستی کرنے سے پہلے اُسے اچھی طرح پرکھ لینا چاہیے۔

[پرکھنے سے مراد ہے ظاہر حالت دیکھنے کے بعد استخارہ کر لے۔سنت استخارہ کا طریقہ آخر میں دے دیا گیا ہے۔الطاف]

# سبق نمبر 50

خلاصہ: مطلب یہ ہے کہ دوستی کا اثر بہت جلد ہوتا ہے۔اس لیے اُسے اچھی طرح دیکھ لینا چاہیے کہ اچھا، صالح اور ایماندار مومن ہے تو اس سے محبت کرے اور اپنا دوست بنا لے ورنہ اس سے دور رہے۔کیونکہ آدمی کا دوست ہر کام میں اس کا مشیر ہوتا ہے اور ہر کام کے نفع نقصان میں اس سے مشورہ لیتا ہے۔اگر وہ دوست ہی بے دین ہے تو اس کی صحبت بھی نقصان دہ ہوگی اور اس پر کسی قسم کا بھید ظاہر کرنا نقصان کا باعث ہے۔اگر دوست دیندار ہے تو اس سے مشورہ شریعت اور تمام امور میں بہت مفید ہے بلکہ سنت ہے۔

مشورت سے عقل ہو تیری فزوں
مشورت ہے راہِ حق کی رہنموں
مشورت سے عقل ہو تیری دوچند
مشورت ہے ہر طرح سے سود مند
مشورت کو چاہیئے مردِ امین
تا نہ کر دے تجھے پیوندِ زمین
مشورت فرعون نے ہامان سے لی

وہ ہی اس کو طوق گردن مین ہوئی

یارِ بد پر راز کر مت آشکار

لے نہ شوریٰ احمقوں سے زنہار

یارِ بد سے راز کو اپنے چھپا

تا نہ پہنچائے تجھے تحت الثریٰ

[تحت الثریٰ: زمین کے نیچے کا طبقہ۔ مراد ہے گمراہی میں بہت دور پہنچا دینا۔ 41]

گر نہ سنتا یارِ بد سے وعظ و پند

ہوتا کب وہ قعر میں دوزخ کے بند

[قعر: بڑا گڑھا۔ 41]

چلتا گروہِ آسیہ کی راہ پر

بحرِ قلزم سے نہ ہوتا کچھ اثر

[آسیہ: فرعونِ مصر کی بیوی جو بہت نیک بخت اور ایماندار تھی۔ 41]

ڈوبتا کیوں ایسے وہ گرداب میں

تا ابد ہو جس کے پیچ و تاب میں

جس کے اوپر ہو عنایاتِ خدا

اس کو دیتا ہے زیادہ حوصلہ

ہیں بشر صورت میں سارے یکساں

فرق سیرت کا ہے ان کے درمیاں

سیرتِ بد سے ہوا فرعون بد

سیرتِ بد سے ہوا نمرود رد

اچھی خصلت سے ہوا موسیٰ نبی
پاک طینت سے خلیل اللہ صفی
دیکھنے میں رنگ ظاہر گاؤ و خر
رنگِ باطن پر ہے مردوں کی نظر
آدمی کو وہ ہی آتا ہے نظر
غیب سے ہو حکم اس کا جس قدر
کام جو کچھ چاہتا ہے کردگار
جمع ہو جاتے ہیں سب اسبابِ کار

لہٰذا جس وقت تجھے نیک دوست مل جائے تو اسے غنیمت جان اور اس سے دوستی کے اسباب مہیا کر۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا اٰخَی الرَّجُلَ فَلْیَسْئَالْہُ عَنِ اسْمِہٖ وَاسْمِ اَبِیْہِ وَمِمَّنْ ھُوَ فَاِنَّہٗ اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّۃِ۔

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 220، حدیث نمبر 5020)

ترجمہ: ''جب کوئی کسی سے بھائی چارہ کرے تو اُس بھائی سے اس کا نام، اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلہ کا نام پوچھے کیونکہ اس بات سے محبت بہت بڑھتی ہے۔''

کیونکہ صلحاء کی محبت خدا کی نعمتوں کے خزانوں میں سے ایک بڑا اعالی شان خزانہ ہے۔ صلحاء سے اللہ تعالیٰ کے لیے خالص محبت کرنا ہر حالت میں نفع دیتا ہے۔ اگر دنیا میں دوری یا کسی اور وجہ سے صلحاء سے ملاقات میسر نہ ہو سکی ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے میدان میں ان دونوں کی ملاقات کرا دے گا۔

اس پر یہ حدیث شریف شاہد ہے:

لَوْ اَنَّ عَبْدَیْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ، وَاحَدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَآخَرُ فِی الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَقُوْلَ: ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتَ تُحِبُّہٗ فِیَّ۔

(مشکاۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 221، حدیث نمبر 5024)

ترجمہ: ”تحقیق دو ایسے بندے جن میں سے ایک مشرق میں رہتا ہو اور دوسرا مغرب میں لیکن اللہ عزوجل کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہوں۔ اگر زندگی میں ان کی ملاقات نہ ہوسکی تو اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن اکٹھا کر دے گا تا کہ وہ ملاقات کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا یہ وہ شخص ہے جس کے ساتھ تو دنیا میں میرے لیے محبت کرتا تھا۔“

پس ثابت ہوگیا کہ اولیاءِ کرام اور علماءِ راسخین خواہ زمین کے کسی حصے پر ہوں اگر انہیں دل سے دوست رکھا جائے تو اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن ان سے ملاقات کرائے گا۔ علاوہ ازیں اللہ کے لیے محبت رکھنے والوں کو اپنے وہ انعامات عنایت فرمائے گا جو اوپر ذکر ہوئے ہیں۔ یہ انعامات عاقبت میں عنایت فرمانے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

## سبق نمبر 51

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے لیے عملاً جو انعامات فوراً شروع ہو جاتے ہیں وہ اس حدیث میں بیان ہوئے ہیں:

”اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی مِلَاکِ ھٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ تُصِیْبُ بِہٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ؟ عَلَیْکَ بِمَجَالِسِ اَھْلِ

الذِّكرِ. وَإِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللهِ. وَأَحِبَّ فِي للهِ وَابْغُضْ فِي اللهِ. يَاأَبَارَزِيْنَ! هَلْ شَعَرْتَ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ زَائِرًا أَخَاهُ، شَيَّعَهٗ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ أَكُلُّهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا إِنَّهٗ وَصَلَ فِيْكَ. فَصِلْهُ؟ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُعْمَلَ جَسَدَكَ فِيْ ذَالِكَ فَافْعَلْ"

(مشکاۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 221، حدیث نمبر 5025)

[ ترجمہ: ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں وہ کام نہ بتاؤں جس پر دنیا اور آخرت کی بھلائی ملنے کا انحصار ہے؟ اہلِ ذکر کی محفلیں ہر حال میں اختیار کرو۔ جس وقت تم تنہا ہو تو اپنی طاقت کے مطابق اپنی زبان کو فقط ذکرِ الٰہی میں ہلاؤ۔ دوستی اور دشمنی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے رکھو۔ اے رزین، یہ بات اچھی طرح جان لے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر سے اپنے اُس بھائی سے ملاقات کرنے نکلتا ہے جسے اس نے محض اللہ تعالیٰ کے لیے بھائی بنایا ہے، تو بے شک اس کے پیچھے ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں جو اس کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں، اے ہمارے رب بے شک یہ تیری راہ میں صرف تیری رضا کے لیے اپنے بھائی سے ملتا ہے (لہٰذا) اسے اپنی رحمت عطا فرما۔ اگر تو اتنی طاقت رکھتا ہے کہ اپنے بدن کو تکلیف میں ڈال سکے تو ذکر کرنے کو اپنے لیے آسان سمجھ۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ مراتب اللہ والوں سے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے سے ملتے ہیں۔''

یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جس کسی کو بھی بھائی بنا لیا وہی اس انعام کا مستحق ہے بلکہ (یہاں صرف) وہ بھائی مراد ہے جسے محض اللہ تعالیٰ کے لیے (دوست بنایا گیا) ہو جیسا کہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے۔

اللہ جل شانہٗ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (الحجرات، آیت:10)

ترجمہ: "مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

حدیث مبارک ہے:

كُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ۔

ترجمہ: "تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

یعنی ہر مومن ایمان کی وجہ سے ایک دوسرے کا بھائی ہے اگرچہ نسبت کی وجہ سے باپ، بیٹا، عورت، خاوند وغیرہ ہیں۔

واضح ہو گیا کہ کامل ایمان والے سے کامل ایمان والے کی محبت خالص اللہ کے لیے ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ انعام کا وعدہ فرماتا ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَعُمُدًا مِّنْ يَّاقُوْتٍ عَلَيْهَا غُرَفٌ مِّنْ زَبَرْجَدٍ لَّهَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَةٌ تُضِيْئُ كَمَا يُضِيْئُ الْكَوَاكِبُ الدُّرِّيُّ" فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ يَّسْكُنُهَا؟ قَالَ: "اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِي اللّٰهِ وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِي اللّٰهِ۔

(مشکوۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 221، حدیث نمبر 5026)

ترجمہ: ''بے شک جنت میں یاقوت کے ستون ہیں جن پر زمرد کے بالاخانے ہیں۔ ان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں جو روشن ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان میں کون رہے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں ملنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں مل کر بیٹھنے والے''۔

یہ حدیث شعب الایمان اور حصن حصین میں منقول ہے۔ اس حدیث سے پہلے جو حدیث ہے اس میں تو صاف واضح ہو گیا کہ جونہی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بھائی سے ملاقات کرنے نکلتا ہے تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعا کرنے لگتے ہیں (جبکہ) اِس حدیث میں کمال انعام کا وعدہ فرماتا ہے۔

## سبق نمبر 52

جو حدیث آگے بیان کی جارہی ہے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محض محبت کرنے پر ہی انعام دینے کا ارشاد فرماتا ہے اور دنیا میں محبت کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے انعام شروع ہونے کی خوشخبری سناتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰہِ اِلَّآ اَکْرَمَ رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ۔

(مسند احمد، جلد 5، صفحہ 259، مشکاۃ المصابیح، جلد 2، جلد 1، صفحہ 221، حدیث نمبر 5022)

ترجمہ: ''جب ایک بندہ دوسرے بندے کو محض اللہ تعالیٰ کے لیے

دوست رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ عزوجل اس کی بہت زیادہ عزت کرتا ہے"۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ایک بندہ دوسرے بندے کو اللہ تعالیٰ کے لیے اپنا دوست بناتا ہے اور وہ دونوں محض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ دنیا میں ان کی شان اور عزت بلند کرتا ہے۔ یہ بات یاد رکھ کہ یہ انعام صرف اس خلوص و محبت پر ملتے ہیں جو فقط اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے۔

اس بات کو دوبارہ ذہن نشین کر لے کہ جو خلوص اور محبت اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اس پر یہ انعام ملتے ہیں۔ اس کی تفصیل رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں کمال وضاحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے:

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ لَاُنَاسًا مَّا هُمْ بِاَنْبِیَاءَ وَّلَا شُهَدَاءَ یَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّهَدَاءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِّنَ اللهِ" قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللهِ! تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ؟ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللهِ، عَلٰی غَیْرِ اَرْحَامٍ بَیْنَهُمْ، وَلَا اَمْوَالٍ یَّتَعَاطَوْنَهَا، فَوَاللهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّهُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ، لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزَنَ النَّاسُ وَقَرَاَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

(رواہ فی شرح السنۃ عن ابی مالک، مشکاۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 219، حدیث نمبر 5012)

ترجمہ: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ کے بندوں میں سے بعض بندے ایسے ہیں کہ نہ تو وہ

نبی ہیں اور نہ ہی شہید لیکن (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو مکان ملیں گے انبیاء اور شہداء اُن مکانوں پر رشک کریں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وہ کون لوگ ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی آپس میں محبت نہ تو رشتہ داری کی وجہ سے ہے اور نہ ہی مال لینے دینے کی وجہ سے بلکہ ان کی آپس میں محبت خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ قسم ہے اللہ جل شانہٗ کی کہ ان کے چہرے نور علیٰ نور ہوں گے۔ نہ تو انہیں اس وقت خوف ہوگا جب لوگ خوفناک ہوں گے، اور نہ ہی انہیں کوئی غم ہوگا جس وقت لوگ غمناک ہوں گے''۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

(یونس، آیت:62)

ترجمہ: ''خبردار، بے شک اولیاء اللہ پر کسی قسم کا خوف اور غم نہ ہوگا''۔

دادیم ترا از گنج مقصود نشاں
گرما نہ رسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ: ''ہم تمہیں مقصد کے خزانہ کا پتہ بتا دیتے ہیں، تاکہ اگر ہم اس تک نہ پہنچ سکے تو کم از کم تو ہی وہاں تک پہنچ جائے''۔41

❀❀❀❀

# باب ششم

# مسئلہِ توحید وحدت الوجود کے بیان میں

**نوٹ:** یہ باب صرف علماء و عارفین کے لیے ہے۔ الطاف

## فصل 1

تحقیق حق سبحانہٗ تعالیٰ ایک پاک اور برتر وجود ہے جس کے لیے نہ صورت ہے، نہ حد ہے، نہ احاطہ۔ وہ پاکی اور برتری کے باوجود تجلی کی شکل اور حد کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اس کے وجود میں جو پاکی اور برتری اس کے ظاہر ہونے اور تجلی کرنے سے پہلے تھی اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوئی بلکہ وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔

اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ۔ (بنی اسرائیل، آیت: 43)

ترجمہ: ''جیسا وہ پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہے۔''41

تحقیق (اس کا) وجود ایک ہے لیکن لباس مختلف اور بہت سارے ہیں۔ حقیقتاً یہی وجود تمام موجودات اور تمام کائنات کا باطن ہے، یہاں تک کہ کوئی ذرہ اس وجود سے خالی نہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔

چہ ظہورات حق و چہ باطل
جملہ را ہست ذاتِ او شامل

ترجمہ: ''حق و باطل کا ظہور کیا ہے؟ ہر وجود میں اس کی ذات شامل ہے۔''41

یہ وجود تحقیق اور حصول کے معنی میں نہیں اس لیے کہ یہ دونوں معانی مصدریہ

سے ہیں اور خارج میں موجود نہیں۔ پس حق جل شانہ پر وجود کا اطلاق ان معانی کے ساتھ نہیں کیا جاتا کیونکہ اس کا وجود خارج میں موجود ہے اور وہ (اللہ تعالیٰ) ایسے وجود سے پاک اور برتر (بلند یا اعلیٰ) ہے۔

سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بہت پاک اور بلند ہے۔''

اس کا وجود ایسا وجود ہے کہ حقیقی ہے اور ان دونوں صفتوں کے ساتھ متصفت کیا گیا ہے۔ یعنی اس ذات کا ہونا اپنی ذات کے ساتھ ہے اور تمام موجودات کا وجود اس کے ساتھ ہے اور ظاہر میں اس کا (کوئی) غیر نہیں۔ تحقیق یہ وجود اپنی کنہہ (حقیقت) کی طرف سے کسی پر ظاہر نہیں ہوتا اور کوئی عقل، کوئی وہم، کوئی حواس اسے نہیں پاسکتا اور نہ ہی وہ کسی قیاس میں آتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
و زہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

ترجمہ: ''اے ذاتِ مطلق، تو ہمارے خیال، قیاس اور وہم و گمان سے ماورا ہے۔ جو کچھ ہم نے کہا، سنا اور پڑھا، تو اس ہر چیز سے برتر ہے۔''41

اس لیے اُس کی ذات اِن سے بالا ہے کیونکہ یہ تمام محدثات (پیدا کی ہوئی) ہیں اور پیدا شدہ کا ادراک کرنا محدث کو ہی روا ہے۔ شعر:

نظر محسوس بر محسوس باشد
منزہ راہ منزہ مے شناسد

ترجمہ: ''محسوس (حادث) تو محسوس کی ہی پہچان کرسکتا ہے جبکہ پاک کو پاک ہی پہچان سکتا ہے۔''41

اس کی ذات وصفات ان محدثات (حدوثات) سے بالاتر ہے۔ اور جو شخص تحقیق اور حصول کی غرض سے اس کی معرفت حاصل کرنے کا ارادہ اور کوشش کرے بے شک اس نے اپنا وقت ضائع کیا۔ حقیقت میں اس وجود کے بہت سے مراتب ہیں۔

# فصل 2

## مرتبہ اول

اس مرتبہ کو لاتعین اور لااطلاق اور ذاتِ بحت کہتے ہیں، لیکن اس معنی سے نہیں، کیونکہ اطلاق ومفہوم کی قید یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ یہ دونوں تعین اس مرتبہ میں ثابت ہیں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بے شک یہ وجود اس مرتبہ میں نعوت (نعت کی جمع) وصفات کی اضافتوں سے پاک کیا گیا ہے۔ اور ہر قید سے پاک کیا گیا ہے یہاں تک کہ اطلاق کی قید سے بھی، (یعنی اس پر کسی چیز یا مثال کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا) اور اس مرتبہ کا نام احدیت ہے اور یہ مرتبہ حق سبحانہ تعالیٰ کی کنہہ (حقیقت) ہے۔ اس مرتبہ سے اوپر کوئی دوسرا مرتبہ نہیں بلکہ تمام مراتب اس سے نیچے ہیں۔

## اشعار

ذاتِ حق خود زِخود در خود
بود در ملک بیخودی بے خود

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی ذات، ملک بے خودی میں بے خود تھی۔''41

خود زِخود محتجب بخود مے بود
کہ زِنا بود و بود بود نبود

ترجمہ: ''اس کی ذات اپنی ذات میں ہی پوشیدہ تھی۔''41

خود زِعرفان خویش بود بہ غیب
بلکہ از حرفِ غیب ہم درغیب

ترجمہ: ''عرفان، غیب میں اور غیب، عرفان میں تھا۔''41

نیست جائے زباں عبارت را
نیست راہے بداں اشارت را

ترجمہ: ''اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے تو عبارت کے پاس زبان ہی نہیں اور نہ ہی کوئی اشارہ کیا جاسکتا ہے۔''41

کنز مخفی ازاں عبارت ہست
لاتعین ورا اشارت ہست

ترجمہ: ''کیونکہ وہ ذات عبارت سے بھی مخفی ہے اور تعین بھی وہاں راہ نہیں پاسکتا۔''41]

## مرتبہ دویم

ذات کے لحاظ سے یہ دوسرا تعین ہے جبکہ تنزل کے لحاظ سے تعین اول ہے۔ اور یہ تعین حق سبحانہ تعالیٰ کی اپنی ذات اور صفات کے علم سے عبارت ہے اور وجہ اجمال کے اوپر تمام موجودات کے لیے یعنی بعضوں کے بعضوں پر امتیاز کے بغیر۔ اور اس مرتبہ کا نام وحدت اور حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

## مرتبہ سوم

یہ مرتبہ تعین دوسرا ہے۔ یہ تعین حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علم سے عبارت ہے اور تمام موجودات کے لیے تفصیل کے طریقے پر یعنی بعضوں کے بعضوں پر امتیاز کے ساتھ۔ اس مرتبہ کا نام احدیت اور حقیقتِ انسانی ہے۔ اوپر بیان

کردہ تینوں مراتب قدیم ہیں۔ (یہ حقیقت ذہن نشین رہے) کہ یہ تقدیم وتاخیر عقلی ہے نہ کہ زمانی۔

## مرتبہ چہارم

یہ مرتبہ عالم ارواح کا ہے اور یہ اشیائے کونیہ (عالم ارواح) سے عبارت ہے (یعنی) وہ اشیاء جو مجردہ (اکیلا، تنہا) اور بسیط (غیر مرکب) ہیں اور اپنی ذاتوں اور اپنی شانوں پر ظاہر ہوئی ہیں۔

## مرتبہ پنجم

یہ مرتبہ عالم مثال کا ہے (اور) یہ ان اشیاءِ کونیہ سے عبارت ہے جو مرکبہ ہیں اور مرکبہ ایسی کہ لطیف ہیں۔ یہ جزو ہونے، بعض ہونے، قابل تقسیم ہونے اور مل جانے سے پاک ہیں۔

## مرتبہ ششم

یہ مرتبہ عالم اجسام کا ہے۔ یہ اشیائے کونیہ مرکبہ سے عبارت ہے کیونکہ یہ کشف ہیں اور جزو اور بعض ہونے کو قبول کرتی ہیں۔

## مرتبہ ہفتم

یہ مرتبہ اوپر ذکر کردہ تمام مراتب کا جامع ہے۔ یعنی مراتبِ جسمانی، نورانی، روحانی، وحدت، واحدیت اور احدیت کا جامع ہے۔ یہ تجلی اور لباس اخیر ہے۔ بس یہ حضرتِ انسان ہے۔

پس یہ سات مراتب ہوئے۔ ساتواں مرتبہ حضرتِ انسان ہے۔ جس وقت یہ عروج کرتا ہے اور اس میں مذکورہ مراتب ان مرتبوں کے انبساط کے ساتھ ظاہر ہوتے

ہیں تو اسی کو انسانِ کامل کہا جاتا ہے۔ عروج و انبساط وجہِ کامل پر ہے کہ یہ کمالیت ہمارے نبی ﷺ میں تھی اور اسی سبب سے خاتم النبیین ہوئے۔ بے شک مراتبِ الوہیت کے اسماء کو اسماءِ کونیہ کے مراتب اور مخلوق پر اطلاق کرنا جائز نہیں۔ ایسے ہی مراتبِ الوہیت پر مراتب اسماءِ کونیہ اور خلق کا اطلاق جائز نہیں۔

## رباعی

بالفرض گر صاحب تحقیق ہے تو
اور مرتبہِ صدق میں صدیق ہے تو
ہر مرتبہ وجود کا ہے حکم جدا
گر حفظِ مراتب نہ کرے، زندیق ہے تو

## فصل 3

تحقیق اس وجود کے لیے دو کمال ہیں۔ ایک کمال ذاتی، دوسرا اسمائی۔

### کمال ذاتی:

غیر اور غیریت کا اعتبار کیے بغیر اپنے نفس کے اوپر اُس برتر کے ظاہر ہونے سے عبارت ہے۔ اور اس کمال کو غناءِ مطلق لازم ہے۔ غناءِ مطلق اس کو کہتے ہیں کہ اپنے نفس میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ تمام شیونات (شان کی جمع شیون اور جمع الجمع شیونات ہے۔ وہ مقام جہاں ذاتِ خدا سے صفاتِ خدا قائم ہیں، 41) اور اعتبارات کے ساتھ کرنا کیونکہ (یہ) احکام اور لوازم و مقتضیات کے ساتھ الٰہیہ وکونیہ ہیں اس کے اوپر وجہ کلی جملی کے کہ بطون (بطن کی جمع، اسرار) ذات اور اس کی وحدت کے بیچ مندرج

ہوتا ہے جیسے کہ عددِ واحد میں تمام اعداد درج ہوتے ہیں۔ اس کام نام غناءِ مطلق صرف اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ ان مشاہدات کے باوجود بلاشبہ وہ پاک اور برتر ہے۔

وہ وجہ تفصیل کی بنا پر جہان کے ظہور کرنے سے بے پرواہ (بے نیاز) ہے۔ اسے جہان کے مشاہدات حاصل کرنے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ وہ جہان میں (موجود) ہے اور اس کے بطون (اسرار) اور اس کی وحدت کو ہر چیز لکھنے کی وجہ سے اُس برتر (اللہ تعالیٰ) کو تمام موجودات کا مشاہدہ حاصل ہے۔ یہ مشاہدہ علمی ہے جیسا کہ مشاہدۂ تفصیل میں مجمل، کثیر میں واحد اور درخت میں تخم معہ شاخ اور اس کی تمام توابع (تابع کی جمع بمعنی جزئیات) شامل ہیں۔

## رباعی

ہمچوں تخم شجر بداں ذاتش

چوں شجر قس زکون ہیاتش

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی ذات کو درخت کے بیج کی طرح سمجھ اور اس کی ہیئت (شکل) کو درخت کی طرح قیاس کر۔'' 41

تخم اندر شجر، شجر در تخم

قم زنیستان و خذ بلباتش

ترجمہ: ''بیج درخت میں اور درخت بیج میں ہے۔ جنگل سے اٹھ اور اس کی شاخوں کو پکڑ۔'' 41

## کمال ذاتی:

غیر اور غیریت کا اعتبار کیے بغیر اپنے نفس کے اوپر اُس برتر کے ظاہر ہونے

سے عبارت ہے۔اور اس کمال کو غناءِ مطلق لازم ہے۔

## دوسرا کمال اسمائی:

اپنے نفس پر اس برتر کے ظاہر ہونے اور اپنی ذات کا مشاہدہ تعینات ِخارجیہ میں کرنے سے عبارت ہے۔تعیناتِ خارجیہ سے مراد ہے جہان اور جو کچھ جہان میں ہے۔

اور یہ اعیانِ (عین کی جمع ،موجوداتِ عالم) غیبی و وجودی کا مشاہدہ ہے جیسا کہ مجمل کا مشاہدہ مفصل میں ہے،واحد کا کثرت میں اور بیج کا درخت میں۔وجودِ عالم اور وہ چیزیں جو اس میں ہیں، ان پر کسی موقوف کا تحقیق ہونا اور ظاہر ہونا کمال اسمائی ہے۔جب تک وجہِ تفصیل پر علم کا ظہور نہ ہو بے شک اس وقت تک اس کے معنے حاصل نہیں ہوتے۔اور یہ وجود موجودات میں حلول کرنے والا نہیں اور نہ ہی محدود ہونے والا ہے۔شعر

در خطیرہ جلال ذاتِ کمال  اتحاد و حلول راچہ مجال

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی ذات اکمل و مکمل کے جلال میں اتحاد اور حلول کی مجال نہیں۔''41

اس بات کی وجہ سے ان دونوں وجودوں کے حلول کا انکار ضروری ہے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک وجود دوسرے میں حلول کر جائے اور دونوں متحد ہو جائیں (جو کہ ممکن نہیں) اور وجود ایک ہے جس کے لیے تعداد نہیں، البتہ صفات میں تعدد ہے۔

ان دونوں پر عارفوں کا وجدان گواہی دیتا ہے:

مطلق جو مقید کا سزاوار ہوا ہے
بیرنگی کا اس رنگ سے اظہار ہوا ہے
وحدت ہے نمایاں، ہے یہ کثرت سے بکثرت
معدود یہی عدد کا تکرار ہوا ہے

## فصل 4

تحقیق عبودیت، تکالیف، شدت، راحت و رنج تمام تعینات کی طرف رجوع کرنے والی ہیں۔ یہ وجود مرتبہ اطلاق کے اعتبار سے ان تمام اشیاء سے پاک ہے اور تمام موجودات پر محیط ہے جیسا کہ ملزوم پر لازم، مضروف پر ظرف، جزو پر کل کا احاطہ ہوتا ہے۔

سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ (بنی اسرائیل، آیت 43)

ترجمہ: ''ان کی باتوں سے اللہ بہت پاک اور بہت بلند ہے۔''

تحقیق یہ وجود محض اپنے اطلاق ہونے کے اعتبار سے موجودات کی تمام ذاتوں میں اس طرح سے (جاری و) ساری ہے جیسا کہ یہ وجود ان ذاتوں میں ان ذاتوں کا عین ہے۔ تحقیق جیسے کہ یہ ذاتیں ظہور سے پہلے اس وجود کے اندر عین اس وجود کے تھیں صفاتی کی مانند ہے کیونکہ وہ صفاتیں کاملہ ہیں۔ اس لیے اس وجودِ مطلق کے کلی اور مطلق ہونے کے اعتبار سے تمام صفات موجودات میں (جاری و) ساری ہیں جیسے کہ یہ صفاتِ کاملہ صفاتِ موجودات کے اس طرح عین مانند ہوں جیسے کہ یہ موجودات کی صفتیں ان صفات کاملہ کے ظہور سے پہلے ان صفات کاملہ کا عین تھیں۔

اے سرورؔ خوب ہے یہ رمزِ ادق
حق میں عالم، عالم عین حق

تحقیق عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ اعراض ہے اور معروض، پس یہ وجود ہے اور تحقیق عالم کے تین وطن ہیں:

1- ایک: اس وطن کے شیونات میں اسے تعین اول کا نام دیا گیا ہے۔

2- اس کا دوسرا وطن دوسرا تعین ہے جس کا نام اس کے اعیانِ ثابتہ یعنی صور علمیہ رکھا گیا ہے۔

3- اس کا تیسرا وطن خارج میں تیسرا تعین ہے اور اس وطن میں اس کا نام اعیانِ خارجیہ رکھا گیا ہے، لیکن ثابتہ نے وجود کی خوشبو بھی نہیں سونگھی۔ تحقیق اس کے احکام اور آثار ظاہر ہوئے ہیں۔

## غزل فارسی

ایں چہ شوریست بہر کوچہ برزبان یارب
محفل شاہد اعیان ہمان است کہ بود

ترجمہ: "اے اللہ! محبوب کے کوچہ میں یہ کیسا شور ہے۔ موجودات عالم کی محفل تو ویسی ہی ہے جیسی کہ پہلے تھی۔" 41

از درر ہائے عزر حق گیتی پر شد
کانَ آلان کما کانَ ہمان است کہ بود

ترجمہ: "اللہ جل مجدہٗ کی شان ظہور سے جہان پر ہو گیا مگر وہ بے مثال ذات ویسی کی ویسی ہی ہے جیسی کہ تھی۔" 41

از لب لعل تو شد جملگی بہرہ اندوز
خال لب لیک نمایاں ہمان است کہ بود

ترجمہ: "تیرے سرخ ہونٹوں کی حلاوت سے سارے جہان کو حصہ ملا۔

لیکن تیرے رخسار کا تل جیسے پہلے نمایاں تھا ویسا ہی اب بھی

ہے۔"41

بچہ و صبح دمید و شدہ عالم پر نور

زلف بر عارض رخشاں ہمان است کہ بود

ترجمہ: "اس کے رخساروں کے جوش سے سارا جہان جگمگا گیا۔ درخشاں چہرے پر پڑی ہوئی زلف ویسی ہی ہے جیسی کہ پہلے تھی۔"41

اے سرورآز درخلوت شدہ بیرون ہر رنگ

بر ہر کار نگہبان ہمان است کہ بود

ترجمہ: "اے سرورآ! خلوت کے دروازے سے ہر رنگ ظاہر ہوا۔ تمام کاموں کا نگہبان وہی ہے جو کہ تھا۔"41

اور تحقیق ادراک کرنے والا (اللہ تعالیٰ) اول وہ ہر شے کے بیچ موجود ہے اور اسی کے لیے (یعنی اللہ کی ذات میں) اور ادراک (تدبر اور غور و فکر) کرنے والے (لوگ) ہیں۔ یہ نسبتیں ہیں جیسے کہ تمام رنگوں اور شکلوں کی نسبت نور کی طرف کرنا اور ہمیشہ ایسی ہی نسبت اس کے ظہور اور کثرت کی ہوتی ہے۔ اس کا ادراک صرف خواص کو ہوتا ہے۔

## فصل 5

اور قرب کی دو قسمیں ہیں، ایک قربِ نوافل دوسرا قربِ فرائض۔

### قربِ نوافل:

صفاتِ بشریت کا دور ہونا اور اسی برتر کی صفتوں کا ظاہر ہونا جیسے کہ حق تعالیٰ

کے اذن سے زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور سننے اور دیکھنے کی چیزوں کو دور سے سنتا اور دیکھتا ہے، علیٰ ہذا القیاس۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں بندہ کی صفات کے فنا ہونے کے یہی معنے ہیں اور یہ قربِ نوافل کے متحد ہے۔

## قربِ فرائض:

یعنی بندہ کا تمام موجودات کے شعور، یہاں تک کہ اپنے نفس سے بھی اس طرح مکمل طور پر فنا ہو جانا کہ اس کی نظر میں حق تعالیٰ کے وجود کے بغیر کوئی چیز باقی نہ رہے۔

رحمت زمسعود یک جملہ صفاتِ بشر
چونکہ ہماں ذات بود باز ہماں ذات شد

ترجمہ: ”مسعود کی رحمت سے بشر کی تمام صفات ہوئیں جیسا کہ وہی ذات تھی پھر وہی ذات ہوئی۔“41

اور یہ معنی ہیں بندہ کے اللہ تعالیٰ میں فنا ہونے کے جو کہ قربِ فرائض کا پھل ہے۔

ترجمہ: ”فنا کے اصل معنے بے ہوش ہونا نہیں جیسا کہ فی زمانہ عوام نے سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ اصلی فنا یہ ہے کہ روح اور بدن ذاتِ الٰہی کے نور میں غوطہ زن ہو جائیں اور انہیں ذاتِ الٰہی میں غوطہ زن ہونا نصیب ہو جائے۔ یہ بات اس کامل کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی جو اپنی ہمت سے طالب کو منبع شریعت و کامل عابد بنا دے۔“12منہ

وحدت وجود کے بعض قائلین کہتے ہیں، تحقیق حق سبحانہ تعالیٰ تمام موجودات کی حقیقت ہے اور تمام موجودات کا باطن از روئے علم ہے، وہ علم کہ یقینی ہے لیکن حق

سبحانہ تعالیٰ خلق میں ظاہر نہیں ہوتا۔

بعض وہ ہیں کہ از روئے شہود خلق میں حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ شہود جو قلب سے خالی ہے، یہ مرتبہ، مرتبہ اول سے نزدیک تر اور بلند تر ہے۔ بعض وہ ہیں جو حق کا مشاہدہ خلق میں اور خلق کا مشاہدہ حق میں اس طرح کرتے ہیں کہ یہ دونوں ایک دوسرے کا مانع نہ ہوں۔ از روئے مشاہدۂ اعیانی ان دونوں مشاہدات میں سے دوسرا مرتبہ دونوں سابق مرتبوں سے اولیٰ اور اعلیٰ ہے۔ یہ مقام ان کی متابعت کی وجہ سے انتہا کا ہے اور اقطاب کا۔

خلق کی معرفت اور علم نبی علیہ السلام کی معرفت و علم کی طرح نہیں بلکہ یہ اس نمی کی طرح ہے جو پانی کی مَشک سے تعلق کی وجہ سے مَشک سے باہر نکل آتی ہے۔ جو شخص شریعت اور طریقت کے خلاف عمل کرتا ہو اسے ان تینوں (مراتب) میں سے درمیانہ مرتبہ حاصل ہونا بھی ناممکن ہے (چہ جائیکہ اُسے اعلیٰ مراتب حاصل ہوں۔)

خلافِ پیمبر کسے را گرید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ترجمہ: "جس نے جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (طریقوں کے) خلاف راہ اختیار کی وہ ہرگز منزل مقصود کو نہ پہنچے گا۔" 41

تیسرا مرتبہ ان دونوں مراتب سے فضیلت رکھتا ہے اور اعلیٰ ترین ہے۔ اس کا حاصل ہونا کیسے ممکن ہو؟

تحقیق وجودِ کل کے سامنے تمام موجودات سوائے حق کے کچھ حقیقت (حیثیت) نہیں رکھتے۔ اور غیر میں سارے ہی غیر نہیں ہیں بلکہ حقیقت کی ایک جہت سے وہ حق ہے، جل شانہ۔ اس کی مثال حباب (بلبلہ)، موج، کوزہ (پانی) اور برف ہے۔ بے شک حقیقت میں یہ سب عین پانی ہیں لیکن تعین کی جانب سے غیر پانی اور اس کے

علاوہ کی مثال سراب کی سی ہے۔ حقیقت کی جہت سے عین ہے اور تعین کی سمت سے غیر۔ سراب حقیقت میں پانی کی صورت میں ہوا ہی ظاہر ہوئی ہے۔ امام مغربی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

زِ دریا موج گونا گوں برآمد
زِ بے رنگی برنگ چوں برآمد

ترجمہ: ''جیسا کہ دریا سے گونا گوں موجیں برآمد ہوتی ہیں ایسے ہی بے رنگ سے رنگ برآمد ہوتا ہے۔''41

اور مولوی نیاز احمد بھی اچھا فرماتے ہیں۔

چادر سے موج کے نہ چھپے چہرہ آب کا
پردہ نہ آب کا ہوا برقع حباب کا

وحدت وجود کے دلائل تو بہت ہیں لیکن جزوی طور پر بیان کیے جاتے ہیں۔

# فصل 6

## قرآن شریف سے اثبات

قرآن شریف سے اثبات یہ ہیں:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ (البقرۃ، آیت:115)

ترجمہ: ''اور مشرق و مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، پس جس طرف تم رخ کرو اسی طرف ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔''

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ (ق، آیت:16)

ترجمہ: ''اور میں بندہ کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔''

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔ (الحدید، آیت:4)

ترجمہ: ''اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔''

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ۔

(الواقعہ، آیت:85)

ترجمہ: ''اور (میں) تمہاری نسبت بندہ سے زیادہ نزدیک ہوں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔ (الفتح، آیت:10)

ترجمہ: ''تحقیق وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔''

هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُط وَهُوَ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيْمٌ ۔ (الحدید، آیت3)

ترجمہ: ''وہی اول ہے وہی آخر، وہی ظاہر ہے ور وہی باطن، اور وہ ہر شے کے ساتھ ہے۔''

وَفِيْ اَنْفُسِكُمْط اَفَلَا تُبْصِرُنْ۔ (الذریات؛ آیت:21)

ترجمہ: ''اور تمہاری جانوں میں آیا ہے لیکن تم بصارت نہیں رکھتے (دیکھ نہیں سکتے۔)''

وَاِذَا سَئَالَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ (البقرۃ؛ آیت:186)

ترجمہ: ''اور جس وقت میرے بندے تم سے میرے متعلق سوال کریں،

پس تحقیق میں نزدیک تر ہوں"۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ (الانفال، آیت:17)

ترجمہ: "اور وہ تو نے نہیں پھینکیں جو تو نے پھینکیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ نے پھینکیں"۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا۔ (النساء، آیت:126)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر محیط ہے"۔

اس کے علاوہ اور بہت سی واضح آیات ہیں۔

# فصل 7

## کلامِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اثبات

کلامِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ اثبات ہیں:

اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهٗ فَاِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ۔

(مشکاۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 156، حدیث نمبر 746، کتاب الصلاۃ: باب المساجد و مواضع الصلاۃ، الفصل الثالث، حدیث نمبر 58)

ترجمہ: "تحقیق جس وقت تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو گویا وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ بے شک اس کا رب اس کے اور اس کے قبلہ کے درمیان ہوتا ہے"۔

## حدیث قدسی:

وَلَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى

أُحِبُّ ہٗ. فَإِذَا أَحْبَبْتُہٗ كُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِي يَسْمَعُ بِہٖ. وَبَصَرَہُ الَّذِي يَبْصُرُ بِہٖ. وَيَدَہُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا. وَرِجْلَہُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا۔

(مشکاۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 423، حدیث نمبر 226، کتاب الصلاۃ: باب المساجد ومواضع الصلاۃ، الفصل الثالث. حدیث نمبر 58)

ترجمہ: ''اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ ہمیشہ میرا قرب مانگتا ہے یہاں تک کہ میں اسے دوست بنالیتا ہوں۔ جس وقت میں اسے دوست بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔''

## حدیثِ قدسی:

إِنَّ اللّٰہَ يَقُولُ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي۔

(رواہ الترمذی فی حدیث الطول؛ کنز العمال، جلد 15، صفحہ 875، حدیث نمبر 43277 بحوالہ صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل عیادۃ المریض (2029؟))

ترجمہ: ''تحقیق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں بیمار ہوا لیکن تم نے میری عیادت نہ کی۔''

یہ حدیث ترمذی نے ایک طویل حدیث میں روایت کی ہے۔

و قولہ علیہ السلام: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِہٖ لَوْ أَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ إِلَى الْأَرْضِ السُّفْلٰى تَهْبِطُ عَلَى اللّٰہِ تَعَالٰى ثُمَّ قَرَأَ (هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ

وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ)

(مشکاۃ المصابیح، ج 2، صفحہ 352، حدیث نمبر 5735، الفصل الاول، حدیث نمبر 38)

ترجمہ: ”قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جان ہے، تحقیق اگر تم زمین سفلی کی طرف رسن ڈالو تو ڈالو گے تم اوپر اللہ تعالیٰ کے۔ پس آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھا وہی اول ہے وہی آخر، اور وہی ظاہر ہے وہی باطن اور وہ ہر شے کے ساتھ ہے۔“

اس کے اثبات میں بہت سی حدیثیں ہیں۔

وَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٌّ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ:

”عَرِفْتُ رَبِّيْ بِرَبِّيْ“۔

ترجمہ: ”امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، میں نے اپنے رب کو اپنے رب کے ساتھ پہچانا۔“

وَقَالَ: ”وَلَمْ اَعْبُدْ رَبًّا لَمْ اَرَاهُ“

ترجمہ: ”اور فرمایا کہ میں نے (کبھی) اپنے رب کی عبادت اُسے دیکھے بغیر نہیں کی۔“

اس بارے میں آئمہ عارفین اور دوسروں کے بہت سے اقوال ہیں۔ یہاں میں ان کا ذکر نہیں کرتا لیکن اگر تجھے اس کی تفصیل چاہیے تو کتابوں کا مطالعہ کر انشاء اللہ تعالیٰ تجھے مل جائے گا۔

خَلِّصْنَا يَارَبِّ عَنِ الْاَشْغَالِ بِالْمَلَاهِيْ وَاَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ۔

# فصل 8

اے طالب اگر تو اللہ تعالیٰ کے وصل کا ارادہ رکھتا ہے تو نبی ﷺ کی اتباع پہلے از روئے قول اور فعل پھر (از روئے) ظاہر اور باطن لازم پکڑ۔ بعد ازاں وحدتِ وجود کا مراقبہ کر۔ (وحدتِ وجود کے مراقبہ سے) مراد کلمہ طیبہ کے معنی ہیں جس کے لیے وضو شرط نہیں لیکن وضو کرنا بہتر اور برتر ہے۔ وقت کا مقرر کرنا شرط نہیں یعنی دخول و خروج کے وقت مراقبہ کر۔ اس میں کلمۂ طیبہ کے حروف ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ فقط اس کے معنی کا خیال رکھنا کافی ہے۔ پس ہر حال میں (کلمۂ طیبہ) کا ذکر کر یعنی کھڑے، بیٹھے، چلتے، لیٹے، کھاتے، پیتے، حرکت کرتے اور بغیر حرکت کرتے ہوئے۔ مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ تو اپنی انانیت فنا کر۔ اور انانیت تیری حقیقت اور باطن سے عبارت ہے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا غیر ہے۔ اور اس انانیت کا فنا ہونا لاَ اِلٰہَ کے معنی کے عین مطابق ہیں۔ تو حق سبحانہ تعالیٰ کو اپنے باطن میں ثابت (محسوس) کر اور یہ معنی عین اِلّا اللہ کے معنی ہیں۔

سوال: پس اگر تو کہے کہ جس وقت وجود واحد ہے اور اس کے علاوہ کچھ موجود نہیں تو پھر نفی کس شے کی اور اثبات کس کا؟

جواب: یہ ہے کہ غیریت اور انانیت کا جو وہم خلقت کے لیے پیدا ہوا ہے وہ باطل ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ پہلے تو اس وہم کو ختم کر اور اس کے بعد حق سبحانہ تعالیٰ کو اپنے باطن میں محسوس کر۔ اے طالب! جس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تیرے اوپر حال غالب ہو جائے تو تُو اپنی انانیت پر قادر نہیں رہے گا کیونکہ وہ انانیت وہمی ہے، اور حق سبحانہ تعالیٰ کے اثبات کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں نبی ﷺ، ان کی آل

اور تمام اصحاب کی برکت سے (یہ سب کچھ) نصیب کرے۔ آمین۔ یارب العالمین: (تمت بالخیر)

# تجدید کنندہ کی جانب سے چند تحفہ جات

## نماز و دُعاءِ استخارہ

جب بھی کوئی نازک معاملہ پیش ہو جس میں فیصلہ کرنا مشکل ہو تو استخارہ کریں۔ رات سونے سے پہلے دو رکعت نماز استخارہ ادا کریں۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ کافرون ایک بار اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص ایک بار پڑھیں۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھ کر نہایت عاجزی اور خلوص سے نیچے دی گئی دعا معنی ذہن میں رکھ کر پڑھے۔

اگر مرشد کی تلاش ہو تو یوں دعا مانگے: یااللہ! میں تیری رضا، تیرا مشاہدہ اور تیرا وصل چاہتا ہوں، مجھے اپنے ایسے بندہ سے ملا دے جسے یہ نعمتیں حاصل ہو سکیں اور مجھے ان کی طرف رہنمائی دے سکتا ہو۔ یااللہ ایسا بندہ میرے اوپر ظاہر فرما دے۔ (اگر کسی شخص پر ایسا گمان ہے تو عرض کرے کہ یااللہ! فلاں شخص کے متعلق ظاہر فرما کہ محض تیرے لیے دوستی کرنے کے لائق ہے یا نہیں۔)

اس کے بعد کسی سے بات کیے بغیر سنت طریقہ کے مطابق دائیں کروٹ سو جائے۔ یہ عمل مسلسل سات دن تک کرے، انشاءاللہ کوئی اشارہ ضرور مل جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ o فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ

وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَیَاتًا وَّ لَا نُشُوْرًا ط اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ جَمِیْعَ مَا اَتَحَرَّكُ فِیْهِ فِیْ حَقِّیْ وَفِیْ حَقِّ غَیْرِیْ وَجَمِیْعَ مَا یَتَحَرَّكُ فِیْهِ غَیْرِیْ فِیْ حَقِّیْ وَفِیْ حَقِّ اَهْلِیْ وَوَلَدِیْ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنِیْ مِنْ سَاعَتِیْ هٰذِهٖ اِلٰی مِثْلِهَا مِنَ الْغَدِ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاَقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ ط وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ جَمِیْعَ مَا اَتَحَرَّكُ فِیْهِ فِیْ حَقِّیْ وَفِیْ حَقِّ غَیْرِیْ وَجَمِیْعَ مَا یَتَحَرَّكُ فِیْهِ غَیْرِیْ فِیْ حَقِّیْ اَهْلِیْ وَوَلَدِیْ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنِیْ مِنْ سَاعَتِیْ هٰذِهٖ اِلٰی مِثْلِهَا مِنَ الْغَدِ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاَصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاَصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ ط بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۝

ترجمہ: ’’شروع اللہ کے نام سے جو مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ یا اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے طفیل بہتری مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری قدرت کے طفیل طاقت طلب کرتا ہوں، تجھ سے تیرا فضل عظیم مانگتا ہوں۔ بے شک تو قادر ہے، میں نہیں ہوں؛ تو جانتا ہے میں نہیں جانتا؛ تو سب غیبوں کو جانتا ہے۔ اے اللہ! میں تو اپنی جان کے لیے بھی مالک نہیں ہوں کسی نقصان کا، کسی نفع کا،

موت کا، زندگی کا اور نہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا۔ اے اللہ! جو
کام میں کر رہا ہوں، تیرے علم کے مطابق اگر میرے حق میں اور
دوسروں کے حق میں اور وہ سب کچھ جو دوسرے کر رہے ہیں،
میرے اور میرے اہل وعیال کے حق میں اور میرے والدین
کے حق میں، میرے متبعین کے حق میں، آج اور آنے والے
وقت میں میرے دین، میری معاش، میری عاقبت کے لیے
بہتر ہے تو میرے لیے مقدر کر کے میرے لیے آسان فرما، پھر
میرے لیے اس میں برکت رکھ دے۔ (اے اللہ!) جو کام میں
کر رہا ہوں، تیرے علم کے مطابق اگر میرے حق میں
اور دوسروں کے حق میں اور وہ سب کچھ جو دوسرے کر رہے
ہیں، میرے اہل وعیال اور والدین کے حق میں اور میرے
متبعین کے حق میں آج اور آنے والے وقت میں یہ کام میرے
لیے نقصان دہ ہے میرے دین، میری معاش، میری عاقبت
کے لیے تو اسے مجھ سے ہٹا لے اور مجھے اس سے بچا لے اور جس
کام میں میرے لیے بھلائی ہو اسے مقدر کر دے، پھر مجھے اسی کام
پر راضی کر دے۔ اے رحم کرنے والے! اپنی رحمت کے طفیل (یہ
دعائیں قبول فرما۔)"

## دعا و نمازِ حاجت

دعاؤں کی مقبولیت اور حاجتوں کے پورا ہونے کے لیے ایک مجرب نسخہ
نمازِ حاجت ہے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین بار آیۃ الکرسی، دوسری رکعت

میں سورۃ فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللهُ ایک بار، تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ایک بار، چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ایک بار پڑھے۔ اس کے بعد درود شریف پڑھ کر نیچے دی گئی دعائیں پڑھیں اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کریں۔ سات دن مسلسل مقرر وقت پر ادا کریں تو قبولیت کی امید ہے۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم ط اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ ط يَارَسُوْلَ اللهِ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ○ (ترمذی شریف)

ترجمہ: ''یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں تیرے نبیٔ رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے التجا کرتا ہوں۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے اپنی اس حاجت کے پورا ہونے کے لیے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ پیش کیا ہے۔ یا اللہ! تو میرے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔''

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ لا سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ ط وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّسَلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ ط لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

(ترمذی شریف)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو نرم خو اور کرم فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے جو عرشِ عظیم کا رب ہے۔ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (اے اللہ!) میں تجھ سے تیری رحمت کو لازم کرنے والی چیزوں کا سوال کرتا ہوں اور (ان چیزوں کا سوال کرتا ہوں) جو اُس کی مغفرت کو ضروری کر دیں۔ اور ہر بھلائی میں اپنا حصہ اور ہر گناہ سے حفاظت چاہتا ہوں۔ میرا کوئی گناہ بخشے بغیر اور کوئی رنج دور کیے بغیر اور کوئی حاجت، جس پر آپ راضی ہوں، پوری کیے بغیر نہ چھوڑنا، اے اَرْحَمَ الرَّاحِمِینَ۔“

## ذکر اور ذکر کے طریقے

ذکر صرف اسی صورت میں اثر دکھاتا ہے جب نیچے دی گئی ہدایات پر استقامت سے عمل کریں:

1- سنتِ مطہرہ پر عمل کو اپنی عادت ثانیہ بنائیں بھلے پہلے درجہ میں ہی ہو۔ بہر حال، کبھی سفر شروع نہ کرنے سے بہتر ہے کہ آج ہی اس راہ میں پہلا قدم اٹھا لیا جائے۔ خدارا اس میں سستی نہ کریں۔

2- معاملات کی از حد حفاظت کریں اور ان میں کسی قسم کی ناانصافی اور حق تلفی روا نہ رکھیں ورنہ سارا تکلف برباد ہونے کا خطرہ ہمیشہ سر پر سوار رہے گا۔

3- ذیل میں جو معمولات بیان کر رہا ہوں ان پر سختی سے کاربند رہیں تاکہ پہلے والے دونوں نکات پر عمل کرنے کے لیے طبیعت آسانی سے آمادہ ہو سکے۔ چند معمولات پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں جن کے متعلق میرا تجربہ یہ

ہے کہ ان پر استقامت سے آپ کا تعلق اپنے شیخ محترم، رسولِ کریم ﷺ اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو گا۔ اس مضبوطی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ میں سنتوں پر عمل پیرا ہونے میں طبیعت کتنی مائل ہوتی ہے۔ آپ اس وقت خود کو دیکھ لیں کہ آپ کتنی سنتوں پر عمل پیرا ہو اور کتنوں پر عمل کرنے کے لیے آمادہ ہو، جب آپ یہ شروع کرو گے تو کچھ عرصے بعد فرق خود محسوس کرنا اور مجھے آگاہ بھی کرنا۔ اس سے سکونِ قلب کی دولت بھی میسر آتی ہے:

## 1- مراقبہ اسمِ ذات:

اپنے دل کی دھڑکن کی طرف متوجہ ہوں، اسے غور سے سنیں اس سے اللہ اللہ کی آواز سنائی دے گی۔ زبان بند کر کے اس آواز کو سنتے رہیں۔

## 2- مراقبہ رحمۃ للعٰلمین ﷺ

اپنے آپ کو روضہ مبارک رسول اللہ ﷺ کے سامنے لے جائیں اور آپ ﷺ کے روضہ اطہر سے آنے والے انوار کو اپنے قلب پر ڈالیں۔ آپ ﷺ کے ہاں مختلف رنگوں کے انورات مختلف اوقات میں وارد ہوتے ہیں اس لیے اُدھر سے کسی رنگ کا نور آئے وہ انعام ہے، اسے دامن قلب میں سمولیں۔ ]

3- شروع سلوک میں کلمہ شریف کی بارہ تسبیح اسی خیال کے ساتھ اسی طریقہ سے صبح کے وقت جہر (آواز) کے ساتھ کریں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ دو تسبیح، اور اِلَّا اللہ کی چار تسبیح، اور اللہ کی چھ تسبیح۔

4- نمازِ تہجد ادا کرنے کے بعد ہزار بار اسمِ ذات اَللہ اَللہ کیا کریں اور تمام دن اپنا کام کاج کرتے وقت دل و جان سے کلمہ شریف کا خیال رکھیں۔

5- بعد نمازِ عشاء اس خیال کے ساتھ کہ میرا درود شریف حضورِ اکرم ﷺ سن رہے

ہیں، حضرت جناب رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر کی جانب منہ کر کے یہ درود شریف پڑھے۔ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اور تصور کرے کہ آپ ﷺ کے قلب مبارک سے میرے دل میں نور آرہا ہے۔

6- صبح کو شجرہ طیبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ایک دفعہ پڑھا کریں۔

7- پیشوا (یا ایسا شخص جو درود شریف مستغاث کی زکوٰۃ ادا کر چکا ہو) کی اجازت سے درود شریف مستغاث ایک بار روزانہ پڑھتے رہیں۔

❁❁❁❁

# کلمہ شریف کی زکوٰۃ

پیشوا کے حکم سے (یا ایسے شخص کی اجازت سے جو کلمہ شریف کی زکوٰۃ ادا کر چکا ہو) سال میں ایک بار کلمہ شریف کی زکوٰۃ ادا کیا کریں۔ طریقہ یہ ہے:

## شرائط:

1- ایسی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں پانچوں وقت باجماعت نماز مل سکے۔

2- اعتکاف کے دوران احرام یعنی اَن سِلی ایک چادر جسم پر اور پانچ ہاتھ کا عمامہ سر پر باندھے۔ سوا گز کا جائے نماز استعمال کرے۔

3- دن کو روزہ رکھے اور رات کو پیشوا کی اجازت کے مطابق جَو کی خالی روٹی اور نمک کے ساتھ افطار کرے۔

4- پڑھتے وقت خوشبو لگائے بھی اور پاس بھی رکھے۔

5- روٹی نمازی کی پکائی ہوئی کھائے، غیر کے ہاتھ کی نہ کھائے۔

## طریقہ:

1- پڑھنا شروع کرنے سے پہلے دو نفل پڑھ لے۔

2- اوپر مذکور طریقہ کے مطابق دن رات کلمہ شریف پڑھ کر ایک یا دو یا تین روز میں ایک لاکھ ختم کرے۔ اور ہر پانچ سو (500) پر توجہ پڑھ لیا کرے۔ وہ توجہ یہ ہے:

اِلٰھِیْ اَظْھِرْ عَلٰی ظَاھِرِیْ سُلْطَانَ [لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تین بار]

وَحَقِّقْ بَاطِنِیْ بِحَقَائِقِ [لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین بار]

وَاسْتَغْرِقْ فِیْكَ ظَاهِرِیْ بِاِحَاطَةِ [لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین بار]

وَاحْفِظْنِیْ اَللّٰهُمَّ بِكَ لَكَ فِیْ مَرَاتِبِ وُجُوْدِكَ

وَشُهُوْدِكَ حَتّٰی لَا اَشْهَدَ غَیْرَ اَفْعَالِكَ وَصِفَاتِكَ

بِوَجْهِ الْحَقِّ الَّذِیْ [لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین بار]

ترجمہ: ''الٰہی! میرے ظاہر کے اوپر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا غلبہ ظاہر فرما۔ اور میرے باطن کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے حقائق کے ساتھ متحقق کر۔ میرے ظاہر کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے احاطہ میں اپنی ذات میں مستغرق کر دے۔ اور اے میرے اللہ! مجھے اپنی ذات کے طفیل اپنی حفاظت میں رکھ جب تک کہ وجود اور شہود کے مراتب میں بطفیل حق تیرے افعال اور تیری صفات کا مشاہدہ نہ کر لوں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ]

3- ختمِ زکوٰۃ کے بعد حلوا پکا کر، حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ دلا کر تقسیم کرے۔

**نوٹ:** مرشد کی اجازت کے بغیر ذکر میں کمی یا زیادتی نہ کرے کیونکہ اکثر لذت میں مریدین زیادتی کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر ذکر قطعی چھوٹ جاتا ہے۔

**نوٹ:** ان معمولات کی تفصیل کے لیے کتاب کے شروع میں دیے گئے پتہ سے ''ذکرِ کثیر'' حاصل کر کے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

❀❀❀❀

## ملنے کے پتہ

لیفٹیننٹ کرنل (ر) پیر الطاف محمود ہاشمی
دار الطاف، سیدا شریف، تحصیل پھالیہ، ضلع منڈی بہاؤالدین۔ (پاکستان)
فون: 0300-5570547
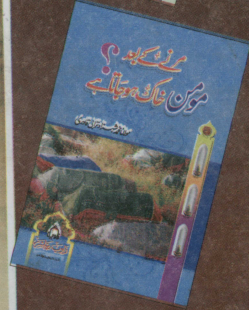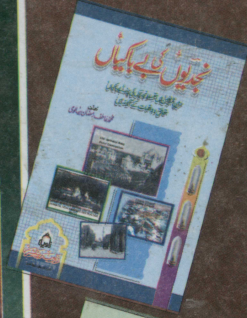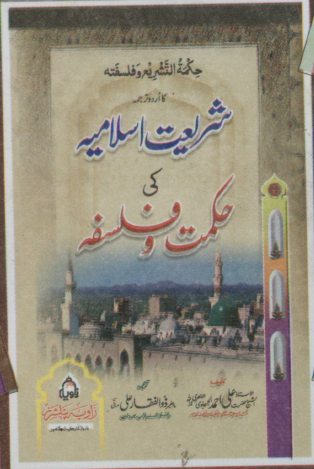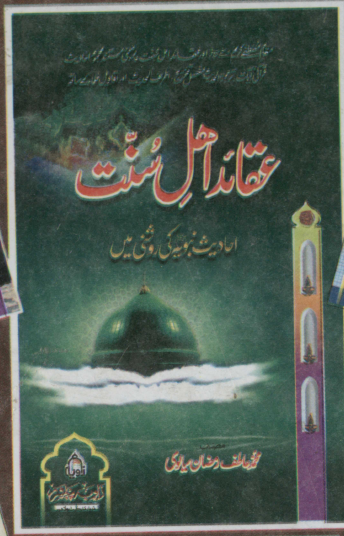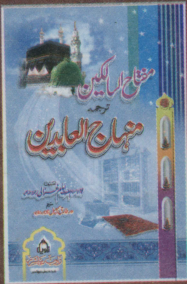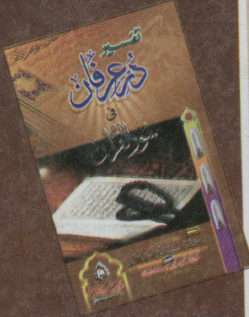
عقائد اہل سنت
احادیث نبویہ کی روشنی میں
نجدیوں کی بے باکیاں
اسلامی نام
شریعت اسلامیہ کی حکمت و فلسفہ
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ لاہور
Voice:
042-7248657
Mobile:
0300-9467047